احیائے اسلام اور امنِ عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

مارچ 2021ء

نمازِ معراج کا عظیم تحفہ اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا ذریعہ ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا علمی و تربیتی خصوصی خطاب

شبِ برأت کی فضیلت

دعوت و تبلیغ اور جدید ذرائع ابلاغ

جامع شیخ الاسلام کی توسیع اور تزئین و آرائش کی تکمیل

نظام المدارس پاکستان

تحریکِ منہاج القرآن کی تعلیمی و تربیتی خدمات کا ریاستی سطح پر اعتراف

تحریک منہاج القرآن کے زیراہتمام دعوت بذریعہ سوشل میڈیا کانفرنس

بفیضانِ نظر
قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز
زیرِ سرپرستی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری
زیرِ نگرانی
ڈاکٹر حسن محی الدین قادری | ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

احیائے اسلام اور امنِ عالم کا داعی کثیرالاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

جلد: 35 — شمارہ: 3 | رجب/شعبان ۱۴۴۲ھ | مارچ 2021ء

چیف ایڈیٹر نوراللہ صدیقی

ایڈیٹر محمد یوسف

ڈپٹی ایڈیٹر محبوب حسین

ایڈیٹوریل بورڈ
محمد فاروق رانا، عین الحق بغدادی
محمد رفیق نجم

مجلس مشاورت
خرم نواز گنڈاپور، احمد نواز انجم
جی ایم ملک، تنویر احمد خان، سرفراز احمد خان
منظور حسین قادری، غلام مرتضیٰ علوی

قلمی معاونین
مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، پروفیسر محمد نصراللہ معینی
ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، پروفیسر محمد الیاس اعظمی
ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی، محمد افضل قادری

کمپیوٹر آپریٹر محمد اشفاق انجم | گرافکس عبدالسلام
خطاطی محمد اکرم قادری | عکاسی قاضی محمود الاسلام

حسنِ ترتیب

مضمون	مصنف	صفحہ
اداریہ: ’’جامع شیخ الاسلام‘‘	چیف ایڈیٹر	3
القرآن: معراج النبی ﷺ کا تحفہ: نماز	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری	5
دورۂ علوم الحدیث (نشست: سوم، حصہ: 3)	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری	12
الفقہ: فقہ کی اہمیت اور فضیلت	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	17
شبِ برأت کی فضیلت	ڈاکٹر حافظ محمد سعداللہ	20
دعوت وتبلیغ اور جدید ذرائع ابلاغ	ڈاکٹر حسن محی الدین قادری	25
23 مارچ یوم پاکستان: تاریخی پسِ منظر	پروفیسر صادق زاہد	31
نظام المدارس پاکستان کا قیام	رپورٹ: عین الحق بغدادی	37

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ
www.minhaj.info
www.facebook.com/minhajulquran
email:mqmujallah@gmail.com (مجلّہ آفس وسالانہ خریداران)
minhaj.membership@gmail.com (نظامت ممبرشپ/رفقاء)
smdfa@minhaj.org (بیرون ملک رفقاء)

قیمت فی شمارہ: 35 روپے | سالانہ خریداری: 350 روپے

انتباہ! مجلّہ منہاج القرآن میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدل اشتراک: مشرق وسطی جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ و ریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ

ترسیل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر 01970014575103 حبیب بینک فیصل ٹاؤن برانچ ماڈل ٹاؤن لاہور پاکستان

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور UAN:042-111-140-140 Ext:128

حمد باری تعالیٰ

معاصی چھٹ گئے اور بڑھ گیا نیکی کا سرمایہ
مجھ عصیاں کار کے لب پر درودِ پاک جب آیا

خدا کی رحمتیں برکھا کی صورت ہوگئیں نازل
رخِ بندۂ عاصی پر بھی ایماں کا نکھار آیا

اُسی کے فضل سے بگڑے ہوئے سب کام بنتے ہیں
کرم اُس ذاتِ باری کا گناہگاروں کے کام آیا

وہی داتا عطا کرتا ہے سب کو رزقِ بے پایاں
اُسی ذاتِ کریمی سے ہی پایا، جس نے جو پایا

ترنم ریز اس کے ذکر میں مشغول ہیں سارے
سحر دم طائروں نے حمد کے نغمات کو گایا

خدا سے دوری و مجبوری ہے وجہِ پریشانی
بہت اس دوری و مہجوری نے ہے دل کو تڑپایا

تڑپ کرتی ہے پیدا بندۂ مومن میں یاد اُس کی
اُسی کے ذکر نے ہی اُس کے جان و دل کو گرمایا

اِسی اُمید پر نیّر کٹے جاتے ہیں روز و شب
قضا طیبہ میں آئے گر وہاں مجھ کو خدا لایا!

﴿ضیا نیّر﴾

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

ہے ماورائے شرح و بیاں عظمتِ رسولؐ
اوجِ دنیٰ ہے جلوہ گہِ رفعتِ رسولؐ

جس کو ملے حضور اسی کو ملا خدا
ہے قربتِ خدا کا سبب قربتِ رسولؐ

ہے ان کے فیضِ نور سے تکوینِ دو جہاں
عالم ہے زیرِ سایۂ صد رحمتِ رسولؐ

نورِ خدا سے خلق ہوا نورِ مصطفیٰؐ
ہے وجہِ خلقِ کون و مکاں خِلقتِ رسولؐ

نسلیں بھی ان کی فائزِ مخدومیت ہیں آج
جن کے شمولِ بخت ہوئی خدمتِ رسولؐ

اصحابِ مصطفیٰ ہیں نجومِ رہِ ہدیٰ
ناؤ ہمارے واسطے ہے عترتِ رسولؐ

کلکِ فروغِ عشقِ شہِ کائنات سے
''قرطاسِ دل پہ نقش ہوئی مدحتِ رسولؐ''

کس کام کی ہے خُلد وہ عُشّاق کے لیے
تسکیں نواز ہو نہ جہاں نکہتِ رسولؐ

ہمذآلی کوئی نورِ سحر کو نہ پاسکے
بختِ سحر میں ہو نہ اگر طلعتِ رسولؐ

﴿اشفاق حسین ہمذآلی﴾

اداریہ

”جامع شیخ الاسلام کی توسیع اور تزئین و آرائش“

سورۃ التوبہ میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ” اللہ کی مسجدیں صرف وہی آباد کرسکتا ہے جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان لایا اور اس نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا (کسی سے) نہ ڈرا۔ سو امید ہے کہ یہی لوگ ہدایت پانے والوں میں ہو جائیں گے“۔ اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ”جو شخص اللہ کیلئے مسجد بنائے تو اللہ تعالیٰ ویسا ہی محل جنت میں تعمیر فرماتا ہے“۔ مساجد کی تعمیر میں حصہ لینے والوں کے لئے بڑا اجر ہے اور دنیا جہان کی یہ ایک بہترین انویسٹمنٹ ہے۔ مساجد کی تعمیر میں صرف ہونے والے وسائل صدقہ جاریہ ہیں اور قیامت تک اس کا اجر وثواب ملتا رہے گا۔ مساجد مسلمان کے ایمان کی علامت ہے۔ جہاں ایمان اور ایمان والے ہوں گے وہاں مساجد یقینی طور پر ہوں گی۔ مساجد اہلِ ایمان کی عبادت، علم و عرفان، تعلیم و تربیت اور روحانی بالیدگی کے مراکز ہیں۔ 19 فروری کو شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ کے 70 ویں یوم پیدائش کے موقع پر ”جامع شیخ الاسلام“ کی توسیع اور تزئین و آرائش کا کام مکمل ہونے پر خصوصی تقریب منعقد ہوئی جس میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے فرمایا کہ اس مسجد کا 33 سال قبل افتتاح قدوۃ الاولیاء حضور پیر سیدنا طاہر علاؤ الدین الگیلانی القادری البغدادیؒ نے اپنے دستِ مبارک سے فرمایا تھا، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی توسیع اور تزئین و آرائش کی ضرورت محسوس ہوئی تو الحمدللہ اس ضرورت کو احسن انداز سے پورا کیا گیا ہے۔

”جامع شیخ الاسلام“ داتا کی نگری شہرِ لاہور میں منہاج القرآن انٹرنیشنل کے مرکزی سیکرٹریٹ اور گوشہ درود مینارۃ السلام کے سنگم میں واقع ہے۔ شہر لاہور قدیم اور پرشکوہ تاریخی عمارات کے حوالے سے دنیا بھر میں ایک امتیازی مقام رکھتا ہے، فنِ تعمیر کی شاہکار عمارات کی فہرست میں ”جامع شیخ الاسلام“ ان شاء اللہ ایک نیا خوبصورت اور خوش گوار اضافہ ثابت ہوگی۔ نوتعمیر شدہ ”جامع شیخ الاسلام“ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری دامت برکاتہم العالیہ سے موسوم ہے۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مسجد میں توسیع اور اس کی تزئین و آرائش کی ضرورت کے تحت شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ کی خصوصی دلچسپی کے پیش نظر اس اہم تعمیراتی کام اور تزئین و آرائش کو بحسن و نفاست پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کی سرپرستی میں ایک اعلیٰ سطحی کمیٹی قائم کی گئی۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان اقدس ہے: ”اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور خوب صورتی کو پسند کرتا ہے“۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اِس ذوقِ جمال کا وافر حصہ انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی عطا کیا اور اولیائے عظام بھی اس جمالیاتی وصف سے متصف کئے گئے ہیں۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے خدمتِ دین و فروغِ علم و آگاہی کیلئے زندگی بھر شرق تا غرب اَن گنت سفر کیے اور دورانِ سفر ترویج و اشاعت اسلام کے ساتھ ساتھ تجلیاتِ الٰہیہ کے مظاہر اور قدرت کے حسین نظاروں اور فن پاروں کو لوحِ شعور پر رقم کرتے رہے۔ انہوں نے عرب و عجم کے ان اَسفار میں جا بجا ذوقِ جمالیت کے کمال کو چھوتی ہوئی مرصّع و منقّش مساجد کو اپنے ذہن کی تختی پر مرتسم کیا۔ آج ان کا یہی ذوقِ جمال جامع شیخ الاسلام کی صورت میں ماحول کو بقعہ نور بنائے ہوئے ہے۔

”جامع شیخ الاسلام“ عربی، ترکی، مراکشی، سمرقند و بخارا اور ایرانی تعمیراتی تہذیب و ثقافت کے شاہ کار اپنے اندر سموئے ہوئے ہے اور قدیم و جدید اسلامی فنِ تعمیر کے حسین و جمیل نظاروں اور شہ پاروں کے خوش رنگ گلدستے کی جامع ہے۔

یہ بات بطور خاص قابل ذکر ہے کہ ”جامع شیخ الاسلام“ کے ڈیزائن کی تیاری سے لیکر تزئین و آرائش اور نقش نگاری کیلئے

کسی پیشہ ورفرم یا ماہرین کی اجرتی خدمات حاصل نہیں کی گئیں۔

جامع کی آرائش و زیبائش اورتعمیرِ نو کے جملہ مراحل چیئرمین سپریم کونسل کی سرپرستی میں قائم کمیٹی نے جذبہ ایمانی کے تحت انجام دیئے جن میں ناظم اعلیٰ خرم نواز گنڈا پور، محمد سلیم، انجینئر آصف رمضان اور محمد زبیر کے نام نمایاں ہیں۔

جامع کی زینت و زیبائش میں مکمل طور پر ہاتھ سے بنی منقش ٹائلز استعمال کی گئی ہیں، گنبد کے ڈیزائن، ''سٹینڈ گلاس المارِیوں'' دلکش و دیدہ زیب محراب اور خطاطی کے لیے عالمی شہرت یافتہ خطاطِ مسجد نبوی استاد شفیق الزمان نے جذبہ خدمتِ اسلام کے تحت اپنی خداداد صلاحیتوں سے نوازا۔

جامع کو دلکش اور خوبصورت بنانے کیلئے مسجد نبوی میں خدمات انجام دینے والے نقش و نگار کے ماہرین اور نیشنل کالج آف آرٹس کے معروف ڈیزائنرز نے بھی تجاویز اور مشاورت کی صورت میں اس کارِ خیر میں حصہ لیا، ہم یہاں انہیں بھی اس کارِ خیر میں حصہ لینے پر صدقِ دل سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

جامع شیخ الاسلام کی ایک انفرادیت یہ بھی ہے کہ آرائشی ٹائلز کے ڈیزائن سے لیکر جاذب نظر محرابوں تک، دیواروں پر کندہ آیاتِ قرآنی، لوحِ قرآنی، اسماء الحسنٰی اور اسمائے رسالت مآب ﷺ کی نقش و نگاری اور اس میں استعمال ہونیوالے رنگوں کے انتخاب تک تمام مراحل کو انسانی ہاتھوں سے سینچا گیا۔

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ وضو خانہ کی زیبائش جامع شیخ الاسلام کی مرکزی تعمیر نو کے ماسٹر پلان کا حصہ ہے، وضو خانہ کی تعمیر اور تزئین کرتے وقت ہر عمر کے نمازیوں کی طہارت و پاکیزگی اور سہولت کا بطورِ خاص خیال رکھا گیا ہے۔

خوبصورت گنبد، جاذبِ نظر محراب، منقش در و دیوار، دیدہ زیب فانوس، برقی قمقمے، لوحِ قرآنی، اسماء الحسنٰی، اسمائے رسالت مآب ﷺ کی دل آویز خطاطی اور خصوصی ڈیزائن کے ساتھ تیار کروایا گیا نرم و گداز مخملیں نیلگوں قالین ''جامع شیخ الاسلام'' کے حُسن ونکھار کو چار چاند لگاتا ہے۔

''جامع شیخ الاسلام'' کے تین اطراف میں نصب دروازوں کی تیاری کے لیے مسجد نبوی کے مرکزی دروازے بنانے والے ماہرین سے مدد لی گئی ہے۔

جامع کی عمارت کے اندرونی ماحول کو ہر موسم میں ہوا دار اور خوشگوار بنائے رکھنے کے لیے چاروں طرف ہائی کلاس ونڈوز قائم کی گئی ہیں اور اندرونی دروازوں کے بالائی حصوں کو مراکن اسلامک آرٹ سے مزین ''سٹینڈ گلاس'' سے سجایا گیا ہے۔

تقریب کے موقع پر شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ کے مختصر اظہار خیال کے ہر ہر لفظ سے ان کی خوشی و مسرت جھلک رہی تھی اور انہوں نے اس تاریخی موقع پر تقریب کا حصہ بننے والی معتبر شخصیات کو مبارکباد دی۔ شیخ الاسلام نے مسجد کی تعمیرِ نو اور تزئین و آرائش کے عمل کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اندرون و بیرون ملک مقیم ڈونرز کے کردار کو بھی سراہا اور ان کے لئے مزید رزق حلال اور خیرِ کثیر کی دعا کی۔

تقریب میں عالمی شہرت یافتہ قراء حضرات اور نعت خوانان نے دلنشیں انداز میں ہدیہ عقیدت پیش کر کے تقریب کو یادگار بنا دیا۔ مسجد کی تعمیرِ نو اور تزئین و آرائش کے اہم کام کی تکمیل کے لئے دن رات کام کرنے پر چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری اور صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے بھی منتظمین کمیٹی کو خراجِ تحسین پیش کیا۔

دعا ہے کہ قدیم و جدید فن تعمیر کا شاہکار جامع شیخ الاسلام تا قیامت شعائر اسلام کی ترویج و اشاعت اور روحانی بالیدگی کا ذریعہ بنی رہے۔ (چیف ایڈیٹر: نور اللہ صدیقی)

نماز معراج کا عظیم تحفہ اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا ذریعہ ہے

معجزاتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عدد کے ساتھ ساتھ کمال میں بھی ارفع و اعلیٰ ہیں

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہونے والی ہر نعمت کا حصہ امت کو بھی نصیب ہوتا ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا علمی و تربیتی خصوصی خطاب

ترتیب و تدوین: محمد یوسف منہاجین۔۔ معاون: محبوب حسین

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ط اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ. (بنی اسرائیل، 17:1)

”وہ ذات (ہر نقص اور کمزوری سے) پاک ہے جو رات کے تھوڑے سے حصہ میں اپنے (محبوب اور مقرّب) بندے کو مسجدِ حرام سے (اس) مسجدِ اقصیٰ تک لے گئی جس کے گرد و نواح کو ہم نے بابرکت بنا دیا ہے تاکہ ہم اس (بندۂ کامل) کو اپنی نشانیاں دکھائیں، بے شک وہی خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے“۔

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی اور رسول علیہ السلام کو معجزات عطا کیے لیکن جتنے معجزات ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل علیہم السلام کو عطا کیے، ان سب سے بھی بڑھ کر کثیر معجزات حضور نبی اکرم ﷺ کو عطا فرمائے۔ یہ معجزات نہ صرف عدد میں سب سے زیادہ ہیں بلکہ مرتبہ و کمال میں بھی ارفع و اعلیٰ ہیں۔ آپ ﷺ کو عطا کیے گئے معجزات میں سے سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید ہے اور قرآن مجید کے بعد سب سے بڑا معجزہ معراج النبی ﷺ کا ہے۔ کفار کے مطالبے پر انگلی کے اشارے سے چاند کو دو ٹکڑے کرنے کا معجزہ بھی اپنے رتبے میں معجزۂ معراج کے بعد ہے کیونکہ چاند کے ٹکڑے کرنا ایک ایسا معجزہ ہے جس کے ایک طرف بھی مخلوق ہے دوسری طرف بھی مخلوق ہے۔ یہ معجزہ عالمِ خلق میں ظہور پذیر ہوا ہے مگر معراج ایک ایسا معجزہ ہے جو عالمِ خلق و امر سے بھی ماوراء اور عالمِ مکان و لامکاں سے بھی اوپر صادر ہوا۔ اس معجزہ کے ایک طرف آقا ﷺ ہیں اور دوسرے طرف خود رب ذوالجلال ہے۔ پس معراج کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے حضور آپ ﷺ کا پیش ہونا، اللہ کا دیدار کرنا، اس کے کلام کو سننا اور اپنا ہدیہ و نیاز پیش کرنا یہ سب قرآن مجید کے بعد سب سے بڑا معجزہ ہے۔

دیگر انبیاء کرام اور حضور نبی اکرم ﷺ کے باقی معجزات کا جب ذکر آتا ہے تو ان میں واقع ہونے والا فعل اس پیغمبر کی طرف منسوب ہوتا ہے یا اس شے کی طرف منسوب ہوتا ہے جس چیز پر معجزہ واقع ہوا ہوتا ہے مگر معراج النبی ﷺ واحد ایسا معجزہ ہے جس میں اللہ رب العزت نے فعل کی نسبت نہ مخلوق کی طرف کی ہے اور نہ ہی حضور ﷺ کی طرف کی۔ اس لیے کہ یہ بہت بڑی بات تھی اور لوگوں کے عقل و فہم اور ادراک سے بالا تر تھی۔ معلوم تھا کہ انگلیاں اٹھیں گی اور زبانیں کھلیں گی، لہذا اِن تمام اعتراضات اور شکوک و شبہات کا خاتمہ کرنے کے لیے معجزۂ معراج کی نسبت ہی اپنی طرف کردی تاکہ تمام اعتراضات، ابہامات اور وساوس سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ (پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے

☆ (CD#:En-58-En-61)، (بتاریخ: 24 مئی 2014ء، 15 اپریل 2018ء)، (بمقام: کینیڈا)

کو لے گئی) کے کلمات سن کر ہی دَم توڑ جائیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو لامکان اور اس سے بھی آگے لے جانے والی ذات خود باری تعالیٰ کی ہے، لہذا اس معجزہ پر کسی قسم کا اعتراض اور شک وارد ہی نہیں ہوسکتا۔

اس معجزہ کو بیان کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا اسلوب بھی منفرد ہے۔ جب کوئی کسی کے محبوب پر اعتراض کرے اور شکوک وارد کرے تو محبّ اپنے محبوب سے کہتا ہے کہ میرے محبوب تم ایک طرف ہوجاؤ، میں ان کو خود دیکھ لوں گا اور پھر وہ اپنے محبوب کو اپنی حیثیت و طاقت کے مطابق مخالفین کے پروپیگنڈے سے بچاتا ہے۔ بلاتشبیہ و بلا مثال اللہ رب العزت نے معترضین پر واضح کردیا کہ اپنی زبانیں مت کھولو اور معجزۂ معراج کے حوالے سے میرے محبوب ﷺ پر اعتراض وارد نہ کرو۔ میرے محبوب نے کب کہا کہ میں خود گیا، جس نے چیلنج کرنا ہے، وہ مجھے کرے کیونکہ میں انہیں خود لے گیا۔ گویا اللہ رب العزت نے اس معجزہ کی نسبت بطورِ خاص اپنی طرف کرکے اس کا ذکر اعلیٰ انداز اور عظیم شان کے ساتھ قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ پر ہونے والی ہر نعمت کا حصہ امت کو بھی نصیب ہوتا ہے

یہ بات طے شدہ ہے کہ جو نعمت اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم ﷺ پر فرماتے ہیں، اس نعمت کا حصہ آقا ﷺ کی طرف سے امت کو بھی ملتا ہے۔ آقا ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بھی فضیلت ملی، اس میں آپ ﷺ کا معمول اور عادتِ مبارکہ تھی کہ ملنے والی ہر فضیلت اور نعمت میں آپ ﷺ اپنی امت کو بھی شریک کرتے۔ کوئی نعمت ایسی نہیں جو اللہ نے آقا ﷺ کو عطا فرمائی ہو اور اس کا حصہ امت کو نہ ملا ہو۔ اس کی وضاحت کے لیے ذیل کی امثال پر غور کریں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے جب قرآن مجید کی یہ آیت مبارک نازل فرمائی:

اِنَّ اللہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا. (الاحزاب، ۳۳:۵۶)

”بے شک اللہ اور اس کے (سب) فرشتے نبیِ (مکرمّ ﷺ) پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو“۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ جب آپ ﷺ کو کوئی خصوصی فضل و شرف عطا فرماتا ہے تو امت اور آپ ﷺ کے غلاموں کو بھی اس فیض اور نعمت سے حصہ عطا فرماتا ہے۔ آپ ﷺ پر اللہ اور اس کے فرشتوں کی طرف سے ہونے والے اس درود وسلام میں سے ہمارا کیا نصیب ہے؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس استفسار پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط وَکَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا.

”وہی ہے جو تم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی، تاکہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جائے، اور وہ مومنوں پر بڑی مہربانی فرمانے والا ہے“۔ (الاحزاب، ۳۳:۴۳)

۲۔ اسی طرح معراج کے موقع پر **قاب قوسین او ادنیٰ** کی قربتوں میں جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر سلام بھیجا تو فرمایا:

”**السلام علیك ایها النبی**“

تو آقا ﷺ نے اس میں بھی امت کو شریک کیا اور عرض کی:

السلام علینا و علی عباداللّٰه الصالحین.

یہ آپ ﷺ کی سخاوت اور رحمت تھی کہ آپ ﷺ کو جو نعمت ملتی اس میں امت کو شامل کرلیتے۔

معجزۂ معراج میں امت کا نصیب

حضور نبی اکرم ﷺ کی اسی عطا، رحمت اور سخاوت کا اظہار معراج کے موقع پر اللہ رب العزت کی بارگاہ سے ملنے والے ایک اور تحفہ سے بھی ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت نے معراج کی رات آقا ﷺ کو ”**ثم دنی فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ**“ کے مقام پر بٹھا کر۔۔۔ ”**ومازاغ البصر وما طغٰی**“ کی شان سے نوازا اور اپنا دیدار کروایا۔ یعنی جو دیدار لوگوں کو قیامت کے دن نصیب ہوگا، وہ آقا ﷺ کو اسی حیاتِ مبارکہ

میں عطا کردیا۔۔۔ اور ”واوحیٰ الی ماعبدہ فاوحیٰ“ کے مصداق حضور نبی اکرم ﷺ سے راز و نیاز کی باتیں فرمائیں۔ اللہ سے ملاقات، اس کے دیدار اور اس سے براہِ راست شرفِ کلام کے حصول کی صورت میں حضور نبی اکرم ﷺ کو جو نعمتِ عظمیٰ عطا ہوئی، اس پر آپ ﷺ نے عرض کیا:

باری تعالیٰ! دیدار کا تحفہ تو میرے لیے تھا، اب میری امت کے لیے بھی کوئی تحفہ عطا فرما۔۔۔ باری تعالیٰ! مجھے تو نے جو عطا کرنا تھا، کردیا، اب ان عنایات میں میری امت کو بھی شریک کر۔ پھر اللہ رب العزت نے معجزہ معراج میں امت مصطفوی کو بھی شریک کرنے کے لیے نماز کا تحفہ عنایت فرمایا۔

تحفۂ معراج؛ نماز ہی کیوں؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی امت کے لیے نماز ہی کو بطورِ تحفہ عنایت کیوں فرمایا۔۔۔؟ نماز کے اندر وہ کیا راز ہے کہ اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کی امت کے لیے اس تحفہ کو منتخب فرمایا۔۔۔؟ اس سوال کے جواب کی دو جہات ہیں:

۱۔ ایک جہت کا تعلق حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی سے ہے۔

۲۔ دوسری جہت کا تعلق امت سے ہے۔

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس کے حوالے سے اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا، اس کو تکنا، اس سے باتیں کرنا اور اس کے قرب میں بیٹھنا، یہ نعمتیں تو وہ تھیں جو معراج کی رات آقا ﷺ کو عطا ہوئیں مگر کوئی ایسی چیز بھی تحفے میں دینا ضروری تھا جو چیز اپنے دامن میں ان تمام نعمتوں کے اثرات سمیٹے ہوئے ہو، اس لیے کہ اسی نعمتِ معراج کا ہی حصہ دینا مقصود تھا۔ یعنی ایسی نعمت ہو جس میں خدا کا قرب بھی ہو۔۔۔ جس کے ذریعے خدا کے حضور حاضری بھی ہو۔۔۔ جس میں اللہ کا دیدار بھی ہو۔۔۔ جس کے ذریعے اس سے کلام بھی ہوجائے۔۔۔ جس میں اس کی میٹھی میٹھی باتوں کو سننا بھی نصیب ہوجائے۔۔۔ اللہ تعالیٰ سے مکالمہ بھی ہو اور اس کو تکنا بھی شامل ہو۔

اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ محبوب! معراج کی صورت میں آپ ﷺ کو اگر میرا دیدار و قرب ملا اور حضوری و مکالمہ ملا تو نعمت صرف یہ نہیں کہ جب آپ ﷺ میرے قرب میں ہیں تو یہ تمام چیزیں میسر ہوں اور جب واپس جائیں تو یہ ساری کیفیات زائل ہوجائیں اور میری بارگاہ سے رابطہ کٹ جائے۔ اگر ایسا ہو تو پھر وہ نعمت کیا ہوئی۔۔۔؟ میں جب آپ ﷺ کو کوئی نعمت عطا کرتا ہوں تو ہمیشہ کے لیے عطا کرتا ہوں۔ محبوب! قاب قوسین پر بٹھا کر میں نے آپ ﷺ کو سب کچھ دے دیا ہے، اب اصل نعمت یہ ہے کہ اب آپ ﷺ پلٹ کر جائیں گے تو:

چاہے مکہ کی گلیوں میں رہیں یا مدینہ میں جائیں۔۔۔ دعوت دیں یا جہاد کریں۔۔۔ غزوہ بدر ہو، اُحد ہو، حنین ہو یا لوگوں کے ساتھ لین دین کریں۔۔۔ گھر میں فیملی میں بیٹھیں یا غلاموں سے ملیں۔۔۔ جنگ کے لیے تدبیر کریں، فوجوں کو ترتیب دیں یا ریاست چلائیں۔۔۔ سیاسی معاملات ہوں یا معاشی معاملات۔۔۔ عوامی معاملات ہوں یا دیگر اقوام سے رابطے۔۔۔ محبوب! ”قاب قوسین“ پر آپ ﷺ کو تنہا بلاکر خلوت میں جو نعمت دے دی ہے، اس نعمت کا کمال یہ ہے کہ اب ساری جلوتوں میں بھی یہ نعمت آپ کے پاس رہے گی۔ یعنی آپ ﷺ کا حال اب یہ ہوگا کہ جس حال میں بھی رہیں، یہ کیفیت نہیں جائے گی۔۔۔ آپ ﷺ فرش پر چلتے پھرتے جہاں جہاں جائیں گے، آپ ﷺ کے قلب و باطن کا حال اور کیفیت وہی رہے گی جو قاب قوسین او ادنیٰ پر آپ ﷺ کو عطا کردی ہے۔

یعنی اب آپ ﷺ کے قلبِ اطہر کو ”قاب قوسین“ اور روح کو ”او ادنیٰ“ بنادیا ہے۔۔۔ آپ ﷺ کے اندر کے حال کو ”مازاغ البصر وماطغیٰ“ بنادیا ہے۔۔۔ اب آپ ﷺ جس حال میں بھی ہوں گے، یہ کیفیت آپ ﷺ سے الگ نہیں ہوگی۔ پھر یہی ہوا اور معراج کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ کی زندگی کا ہر لمحہ ”قاب قوسین“ ہوگیا۔

۲۔ معراج کے موقع پر تحفہ دینے کے لیے نماز کے انتخاب کا تعلق امت مسلمہ کے ساتھ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو یہ دائمی کیفیت عطا کردی، تو اب اس کیفیت کا حصہ امت

میں بھی منتقل کرنا تھا اور یہ بھی ضروری تھا کہ امت بھی دائماً اس کیفیت میں رہے۔ پس اللہ رب العزت نے فرمایا کہ محبوب! جو کچھ آج رات آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی شان کے لائق ملا ہے، اس میں سے ہر نعمت کا حصہ آپ ﷺ کی امت کی حیثیت کے مطابق انہیں بھی دینے کے لیے میں آپ ﷺ کو نماز کا تحفہ دیتا ہوں کہ اب جو اس نماز سے جتنا شغف پیدا کرلے گا، اس پر معراج کی اتنی ہی کیفیات کھلتی چلی جائیں گی۔

یہی وجہ ہے کہ معراج سے واپسی پر جب عرض کیا گیا: یارسول اللہ! آپ ﷺ معراج سے ہوکر آئے ہیں، اس بڑی نعمت میں ہم کیسے شامل ہوں گے؟ ہم تو **سدرۃ المنتھیٰ** اور **قاب قوسین** تک نہیں جاسکتے۔ تو آقا ﷺ نے فرمایا:

الصلوۃ معراج المومنین.

نماز میری امت کے مومنوں کی معراج ہے۔

یعنی مجھے یہ نعمت قاب قوسین پر جاکر ملی ہے لیکن تمہیں یہ نعمتِ معراج اپنی مسجدوں اور اپنے گھروں میں مصلّے پر تمہاری شان، استعداد اور حیثیت کے مطابق مل گئی ہے۔

آغاز میں پچاس نمازوں کا تحفہ کیوں؟

اللہ تعالیٰ نے نماز کو بطورِ تحفہ حضور نبی اکرم ﷺ کو عنایت فرماتے ہوئے ایک دن میں پچاس نمازوں کا حکم دیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ یہ تحفہ لے کر رب کائنات سے ملاقات کرنے کے بعد لامکاں سے پلٹے تو راستے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور جب اُن کے علم میں آیا کہ اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازوں کا تحفہ دیا ہے اور امتِ مسلمہ پر ایک دن میں پچاس نمازوں کی ادائیگی فرض کی ہے تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کی امت پر اِن کی ادائیگی مشکل ہوجائے گی، لہذا انہیں کم کروائیں۔ اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بار بار گزارش پر آپ ﷺ نو مرتبہ اللہ کی بارگاہ میں پلٹے اور پینتالیس نمازیں کم کروائیں۔

توجہ طلب بات یہ ہے کہ جو بات موسیٰ علیہ السلام جانتے ہیں کہ حضور ﷺ کی امت پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی، بڑا مشکل ہوگا تو کیا یہ بات اللہ تعالیٰ خود نہیں جانتے تھے۔۔۔؟ یہ ساری جو پریکٹس کرائی جارہی ہے، اس کی ضرورت کیا ہے۔۔۔؟ پہلے پچاس دینی ہیں اور پھر آخر پر پانچ ہی کرنی ہیں تو اکٹھے ہی پینتالیس کم کیوں نہیں کردیں۔۔۔؟ اس سوال کے جواب کے کئی پہلو ہیں:

۱۔ ایک پہلو کا تعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شخصیت اور ان کی ایک خواہش سے ہے۔ سفرِ معراج سے واپسی کے راستے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کو کھڑا کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اللہ رب العزت کے دیدار کی صورت میں ملنے والی نعمتِ عظمیٰ کی قدر اور اہمیت موسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر کون جانتا ہے۔ انہوں نے اللہ سے دیدار مانگا تھا اور اس نے فرمایا تھا:

"لن ترانی" تو میرا دیدار نہیں کرسکتا۔

موسیٰ علیہ السلام کے اصرار پر اللہ نے فرمایا تھا کہ ایک تجلی کوہِ طور پر پھینکتا ہوں، وہ دیکھ لینا، اگر اس نے تجلی برداشت کرلی تو تم بھی کرلو گے۔ اللہ نے جب اپنی تجلی کوہِ طور پر ڈالی تو کوہِ طور ریزہ ریزہ ہوگیا اور اس تجلی کے اثر سے موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوگئے۔

موسیٰ علیہ السلام کی اللہ رب العزت کے دیدار کی دعا کو شرفِ قبولیت بخشنے کے لیے آپ ﷺ کا انتخاب کیا گیا کہ اے موسیٰ علیہ السلام! میرے محبوب میرا دیدار کرکے پلٹ رہے ہیں تو مجھے دیکھنے کی تڑپ لیے ہوئے ہے، اب اُن کو دیکھ لے، اُن کو دیکھنا مجھے دیکھنا ہے۔ پس اللہ کی ذات کا دیدار کرنا اور "**وماذاغ البصر وماطغیٰ**" آنکھ جھپکے بغیر تکتے رہنا، اس نعمتِ عظمیٰ کی قدر و منزلت موسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر کون جانتا ہے۔

۲۔ آغاز میں پچاس نمازیں دینے اور آخر پر پانچ کردینے کی دوسری حکمت یہ ہے کہ جو نعمتِ دیدار و ملاقات حضور ﷺ کو قاب قوسین پر حاصل رہی، امت کو بھی دائماً اللہ کے قرب اور حضوری کی یہ کیفیت میسر رہے اور اس کے ساتھ ساتھ معاملاتِ زندگی میں بھی انہیں آسانی اور سہولت میسر رہے۔ اگر پچاس نمازیں پڑھنی پڑتیں تو ہم ہر وقت قربت اور حضوری کے اس حال میں رہتے جیسے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو پالینے کے بعد زلیخا کا حال ہوگیا تھا۔ ایمان لے آنے اور یوسف علیہ السلام کے عقد میں آجانے اور ان کی صحبت کا فیض و توجہ مل جانے کے بعد وہ سارا

دن پچاس نمازوں کی طرح مصلے پر بیٹھی رہتیں تھیں اور سر اٹھا کر بھی یوسفؑ کو تکتی بھی نہیں تھیں۔ ایک بار یوسفؑ ہنس پڑے، پوچھا: زلیخا پہلے تو مجھے حاصل کرنے کے لیے تو نے نجانے کتنی کاوشیں کیں یہاں تک کہ مجھے جیل بھجوادیا تھا۔ تمہارا عشق و دیوانگی انتہا پر تھی اور اب یہ حال ہے کہ جب میں مل گیا ہوں تو اب مجھے تکتی بھی نہیں ہو۔ زلیخا نے جواب دیا کہ جب سے آپؑ ملے ہیں تو آپؑ نے کوئی اور ملادیا ہے، اب اس کو تکنے سے فرصت ملے تو کسی اور کو دیکھوں۔

اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پچاس نمازیں ہی ہم پر فرض رہتیں تو ذرا سوچیں کہ ہمیں دنیاوی معاملات و ذمہ داریاں ادا کرنے کی فرصت کہاں ملتی۔۔۔؟ سارا دن پچاس نمازیں ہی ادا کرتے رہتے، یہ تو موسیٰؑ کی شفاعت کام آگئی جن کو اللہ تعالیٰ نے راستے میں خود ہی کھڑا کردیا اور وہ تخفیف کراتے کراتے پانچ تک لے آئے اور پھر آقاﷺ کا حوصلہ اور شفقت بھی دیکھئے کہ نو مرتبہ پلٹ پلٹ کر گئے ہیں اور آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے محبوب آپ پر نمازیں تو پانچ ہی فرض کردی ہیں مگر اجر وثواب اور برکات وثمرات پچاس کے ملیں گے اور نامہ اعمال میں بھی پچاس نمازیں لکھی جائیں گی۔

امت نعمتِ معراج میں کس طرح شامل ہے؟

یہ بات بڑی غور طلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امت کو کس طرح معراج کی نعمت میں شامل کیا۔۔۔؟ اس کو سمجھنے کے لیے سفرِ معراج کے مراحل پر نظر ڈالنی ہوگی۔ معراج کا سفر تین حصوں میں ہے:

۱۔ پہلا حصہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک ہے۔

۲۔ دوسرا حصہ مسجدِ اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ تک ہے، جہاں عالمِ خلق اور عالمِ ارواح ختم ہوجاتا ہے۔

۳۔ تیسرا حصہ سدرۃ المنتہیٰ سے مقامِ قاب قوسین او ادنیٰ تک ہے جو قربِ الٰہی کا خاص مقام ہے۔

اسی طرح نماز کو بھی اللہ تعالیٰ نے تین حصوں میں تقسیم کردیا ہے:

۱۔ مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک کا جو سفر ہے، اس کو قیام میں شامل فرمایا۔ نماز میں قیام کی معراج مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک کا سفر ہے۔ لہٰذا جب نماز پڑھیں تو تصور میں یہ لایا کریں کہ قیام کے دورانیہ میں ہم مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک کے حصے میں داخل ہونے جارہے ہیں جو کہ اللہ سے ملاقات کا سفر ہے۔

۲۔ معراج کا دوسرا حصہ مسجدِ اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ تک کا سفر ہے جو کہ مومنوں کو نماز کے رکوع کی شکل میں دے دیا کہ جب بندہ نماز میں جھکتا ہے تو اسے عروج مل جاتا ہے، یعنی رکوع میں بلندی ہے۔

۳۔ مسجدِ اقصیٰ سے مقامِ قاب قوسین او ادنیٰ تک کا جو سفر ہے وہ مقامِ قربِ خاص ہے اور اس کا فیض سجدے میں رکھ دیا ہے۔ پس سجدہ مومنوں کے اپنے مقام اور حیثیت کے مطابق ان کا ’’قاب قوسین‘‘ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ. (العلق، ۹۶:۱۹)

’’(اے حبیبِ مکرّم!) آپ سر بسجود رہیے اور (ہم سے مزید) قریب ہوتے جائیے۔‘‘

جب سجدے میں جائیں تو اس کیف و سرور کے ساتھ جائیں کہ یہ قرب کی آخری منزل ہے، جس میں بندہ اپنے مولا کے قریب ہوتا ہے۔

☆ جب مومن سفر کے یہ تین مراحل پورے کرکے آگے منزل پر پہنچتا ہے تو وہاں مکالمہ اور مناجات کا مقام آتا ہے۔ جیسا کہ آقاﷺ قاب قوسین او ادنیٰ کے مقام پر پہنچے تو اللہ سے ہمکلام ہوئے۔ اس ہمکلامی کا حصہ براہِ راست اللہ تعالیٰ نے نماز کے ’’تشہد‘‘ میں رکھ دیا۔ حضورﷺ کا امتی جب قیام، رکوع اور سجود سے فارغ ہوجاتا ہے اور اپنے زانوؤں پر دونوں ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاتا ہے اور عرض کرتا ہے:

التحیات للہ والصلوۃ والطیبات.

’’میری قولی، عملی اور مالی نیاز مندی اللہ کے لیے ہے۔‘‘

اپنی اس نیاز مندی اور حقیر بندگی کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنا امتی کے لیے مناجات کا وہ مقام ہے جو قاب قوسین کے مقام پر حضور نبی اکرمﷺ کی اللہ سے ہمکلامی کے نتیجے میں فیض کی صورت میں ملا۔

جب آقاﷺ قاب قوسین کے مقام پر پہنچے تو اللہ رب

العزت نے سلام سے استقبال کیا اور فرمایا:

''السلام علیك ایها النبی''

اے میرے محبوب نبی ﷺ تم پر میرا سلام ہو۔

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کو کہا گیا اپنا سلام من و عن ''تشہد'' کی صورت میں نماز کے برتن میں ڈال کر دے دیا۔ جب ہم ''السلام علیك ایها النبی'' کے کلمات ادا کرتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف توجہ کرتے ہیں اور سلام بھیجتے ہیں تو یہ قاب قوسین او ادنیٰ کے مکالمہ اور مناجات میں سے ہے۔ نماز میں حضور ﷺ پر سلام بھیج کر ہم اللہ کی سنت پوری کرتے ہیں۔ جیسے اللہ نے انشاءً اپنے حبیب ﷺ پر درود وسلام بھیجا، ہم بھی اسی سنت پر عمل کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے سلام کے جواب میں آقا ﷺ نے عرض کیا:

السلام علینا و علی عباد اللّٰہ الصالحین.

''ہم پر بھی سلام اور اللہ کے صالح بندوں پر بھی سلام۔''

اللہ رب العزت نے حضور ﷺ کے اس کلام کو بھی من و عن ''تشہد'' میں رکھ دیا۔ اس کو پڑھ کر ہم شہادۃً ''اشهد ان لا الٰه الا للّٰه واشهد ان محمداً عبده ورسوله'' کے کلمات ادا کرتے ہیں کہ اے اللہ تو بھی سچا اور تیرا محبوب بھی سچا۔ جو تو نے کہا، وہ بھی سچ تھا اور جو تیرے محبوب نے کہا، وہ بھی سچ کہا۔ چونکہ نماز کی صورت میں مومنوں کو معراج کی نعمت حضور ﷺ کے صدقے سے ملی، پس اس کا شکر ادا کرنے کے لیے ہم حضور ﷺ پر درود پڑھتے اور سلام بھیجتے ہیں۔

جب ہم نماز پڑھتے ہیں تو گویا اپنے ایمان اور روحانیت کی معراج میں داخل ہوجاتے ہیں۔ ہر مومن کی شان اور اس کے حال کے لائق اللہ تعالیٰ نے نماز میں مسجدِ حرام سے قاب قوسین تک کے سفر کا عکس رکھ دیا ہے۔ لہذا نماز کو استقامت سے ادا کریں۔۔۔ اور اس سے وہ فیض لیں جو معراج النبی ﷺ کا حصہ ہے۔

نماز کی ادائیگی کا آسان طریقہ

نماز کی ادائیگی کے لیے ایک آسان طریقہ جس کے ذریعے نماز پڑھنا پچاس فیصد آسان ہوجائے گا، وہ ہر وقت وضو کے ساتھ رہنا ہے۔ جب وضو پہلے سے ہی موجود ہوگا تو نماز پڑھنا آسان ہوجائے گا۔ وضو کے ساتھ صرف جسمانی طہارت ہی نہیں ہوتی بلکہ اس کے اثرات باطن تک جاتے ہیں۔ یہ طہارت اندر کے اندھیرے کے ساتھ جنگ کرتی ہے، جس کے نتیجے میں اندھیرا کم ہوتا رہتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہمیں پتہ چلے یا نہ چلے۔ یہ ایک مستقل عمل ہے جو ہوتا رہتا ہے۔ لہذا ہر وقت وضو سے رہیں، وضو کو زندگی کا حصہ بنالیں، جب کوئی عمل زندگی کا حصہ بن جاتا ہے تو اس کے کرنے سے کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی۔ وضو کی برکات کا عالم یہ ہوتا ہے کہ یہ بہت سی بیماریوں کا علاج بن جاتا ہے۔

فَاِنَّهٗ يَرَاكَ

ذہن میں خیال آتا ہے کہ ہم نماز تو پڑھتے ہیں مگر اس کے اندر ہمیں اللہ سے ملاقات کی کیفیت نصیب نہ ہو تو پھر کیا کریں؟

اس بات کو اس مثال سے سمجھیں کہ بعض لوگ بینا ہوتے ہیں اور بعض نابینا ہوتے ہیں۔ اگر کسی نابینا کو بادشاہ کے دربار میں قرب حاصل ہو اور وہ بادشاہ کے دربار میں ہمہ وقت بیٹھا ہوا ہو اور دوسری طرف عام رعایا جن کی بادشاہ کے دربار تک رسائی ممکن نہیں ہے تو ان دونوں میں فرق ہے۔ نابینا شخص کو نظر نہیں آتا تو نہ سہی مگر بادشاہ کو تو نظر آرہا ہے کہ فلاں میرے دربار میں بیٹھا ہے۔ اسی طرح اگر کسی کو نماز میں کیفیت نہیں مل رہی کہ اس کو دیکھ سکوں تو پرواہ نہ کریں بلکہ اس حال میں مست رہیں کہ مجھے میرا محبوب تک رہا ہے۔ اگر عاشق کو اتنا یقین ہوجائے کہ میرا محبوب اس وقت مجھے دیکھ رہا ہے تو اس کو اور کیا چاہیے۔ لہذا نماز وہ مقام ہے کہ جس میں اللہ رب العزت اپنے بندے پر خاص نگاہ ڈالتا ہے۔

کئی وہ بھی ہیں کہ جنہیں وہ ہر لحہ تکتا ہے اور یاد کرتا ہے لیکن اگر یہ کیفیت نہ بھی ہو تو کم سے کم اس پر بھی خوش رہیں کہ پانچ وقت ایسے آتے ہیں کہ جب ہم وضو کر کے مصلّے پر کھڑے ہوتے ہیں تو ہمارا معبودِ حقیقی براہِ راست ہمیں تکتا ہے۔

جب یہ خیال یقین میں بدل جائے کہ اس وقت تو وہ ہمیں دیکھ رہا ہے تو جتنا ہم سنور سکتے ہیں، اتنا سنور جائیں۔۔۔ جتنا ہمارے بس میں ہو، اتنا ادب بجا لائیں۔۔۔ دھیان اس کی

طرف کرلیں۔۔۔ ذوق سے قرأت اور سجدہ کریں۔۔۔ جتنا کچھ ہمارے بس میں ہے، کرتے چلے جائیں، اس لیے کہ وہ تو دیکھ رہا ہے کہ میری خاطر میرا بندہ آنکھیں جھکائے ہوئے، ذوق سے قرأت، رکوع اور سجدہ کررہا ہے۔ یہ پانچ نمازیں ایسی ہیں کہ ان اوقات میں اللہ اپنے بندوں کو دیکھتا ہے، ان کی طرف دھیان کرتا ہے اور آقا ﷺ نے اس کی گارنٹی دی۔ فرمایا:

ان تعبد للّٰہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراك.

عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تمہیں یہ کیفیت اور حال نصیب نہ ہو کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو تو اس کی فکر نہ کرو بلکہ اس حال میں یہ یقین کرلو اور مست ہوجاؤ کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ جب یہ یقین پختہ ہوتا چلا جائے گا تو یہی یقین بتدریج ہماری کیفیات کو بڑھاتا چلا جائے گا۔

پس نماز اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم تحفہ ہے۔ اس تحفے کو اس طرح قبول کریں کہ آج کے بعد پانچوں نمازوں میں سے کوئی نماز نہ چھوٹے۔ بھلے ہمیں کچھ دکھائی دے یا نہ دے، پس یہ تصور کریں کہ وہ ہمارے چہرے پر اپنی شان کے لائق نگاہیں جمائے ہوئے ہے۔ جیسے اس نے اپنے محبوب ﷺ سے فرمایا:

فَاِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا. (الطور، ۴۸:۵۲)

"بے شک آپ (ہر وقت) ہماری آنکھوں کے سامنے (رہتے) ہیں۔"

ہمیں یہ کیفیت یا حال نصیب ہوتا ہے یا نہیں، اس کو خاطر میں نہ لائیں۔ بس اس کیفیت اور حال پر اکتفا کریں کہ وہ ہمیں دیکھ رہا ہے اور جس کو رب دیکھے، اس کو بخشش و مغفرت کی بشارت سنا دی جاتی ہے۔

نماز میں کیفیت میسر نہ آنے کی وجہ

نماز میں کیفیات کے محسوس ہونے یا نہ ہونے کی بحث میں نہ الجھا کریں، اس لیے کہ کیفیات محسوس نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہم میں سے بہت سارے لوگ روحانی اعتبار سے بے ہوشی (Anesthesia) کی حالت میں ہیں، جس طرح جسم کا کوئی عضو کاٹ دیں تو محسوس نہیں ہوتا۔ اسی طرح ہم ابھی روحانی طور پر جاگے ہوئے نہیں ہیں۔ جو جاگ جائے، اس کو محسوس ہوتا ہے، سوئے ہوئے کو محسوس نہیں ہوتا۔ ہم روحانی طور پر سوئے ہوئے ہیں اور ہماری روحیں گہری نیند میں ہیں، اس لیے محسوس نہیں ہوتا۔ اگرچہ ہمیں محسوس نہ بھی ہو تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ اس کا توجہ کرنا رُک گیا ہے یا کینسل ہوگیا ہے اور جو کچھ وہ دے رہا ہے، اس کو وہ روک دے گا۔

اس کو اس مثال سے بھی سمجھیں کہ اگر محسوس نہ بھی ہو تو سانس تو آرہا ہوتا ہے اور زندہ بھی ہوتے ہیں۔ اسی طرح اگر ہمیں احوال و کیفیات محسوس نہیں ہوتیں تو بھی فکر نہ کریں، صرف یہ تصور کریں کہ وہ ہمیں پھر بھی دیکھ رہا ہے، بخشش بھی اس کی اتر رہی ہے، توجہ بھی میسر ہے اور اس کی برکات بھی نازل ہورہی ہیں۔

معجزہ معراج چونکہ قرآن مجید کے بعد آپ ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ ہے، لہٰذا اس موقع پر امت کے لیے نماز کی صورت میں جو تحفہ آپ ﷺ کو عطا کیا گیا، وہ بھی تحائف میں سے سب سے بڑا تحفہ ہے۔ اس لیے کہ جس بارگاہ سے یہ تحفہ عطا ہوا ہے، وہ سب سے بڑی بارگاہ ہے۔ اس سے بڑا تحفہ عالمِ خلق و امر میں کوئی اور نہیں ہوسکتا۔

نماز کی صورت میں ملنے والے اس تحفۂ معراج کی فضیلت وعظمت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ دین کے تمام فرائض روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد اور دیگر تعلیمات کی آیات زمین پر اتریں اور یہیں پر فرض ہوئیں، مگر نماز قاب قوسین او ادنیٰ پر ملی۔ یعنی اللہ رب العزت نے اس ایک فرض کو چنا اور حضور ﷺ کو شبِ معراج اپنی بارگاہِ خاص سے بطورِ تحفہ عطا فرمایا۔ نماز اور باقی فرائض کی عظمت کے درمیان یہ فرق ان لوگوں کے لیے سستی وغفلت کا پردہ چاک کرنے کے لیے کافی ہے جو اس کی ادائیگی میں غفلت برتتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ سے تحفہ بھیجے اور آقا ﷺ وہ تحفہ لے کر آئیں اور امت کو عطا کریں مگر ہم اس کو عملی طور پر قبول نہ کریں اور اپنی زندگیوں میں اس کا اطلاق نہ کریں تو یہ اس عظیم تحفے کی ناقدری اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ بے وفائی ہوگی۔ اللہ رب العزت ہمیں اس تحفہ کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ❁❁❁❁❁

سہ روزہ دورہ علوم الحدیث

فضائل و رقائق میں حدیث ضعیف کے جواز پر دلائل

خصوصی خطاب: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

ترتیب و تدوین: محمد یوسف منہاجین

نشست سوم
حصہ: 3

تیسرا احتمال: کراہت یا استحباب

حدیثِ ضعیف کی قبولیت کے حوالے سے تیسرا احتمال اور امکان یہ ہوسکتا ہے کہ اگر حدیث ضعیف میں بیان کردہ حکم یا عمل کراہت اور استحباب کے درمیان گھومتا ہو تو اب اس حدیث کا درجہ کیا ہوگا؟ یعنی اس میں احتمالِ کراہت ہے یا احتمالِ استحباب ہے۔ اِس کے کرنے سے مکروہ فعل میں داخل ہونے کا بھی خطرہ ہے اور نہ کرنے میں ایک مستحب فعل (جس سے ثواب ملنا تھا) کے ترک ہوجانے اور ثواب و فضیلت سے محروم رہ جانے کا بھی خطرہ ہے۔ اگر یہ صورت حال ہو تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث کا درجہ کیا ہوگا؟

یاد رکھیں! اس صورت میں اِس میں تحقیق کرنی ہوگی۔ جب تحقیق کریں گے تو اس کے تین امکانات بنیں گے:

(۱) شدید احتمالِ کراہت پر ترکِ عمل

حدیثِ ضعیف پر عمل کرنے سے امکانِ کراہت شدید ہے یا خفیف ہے؟ (اس کو احناف کے ہاں مکروہ تحریمی اور مکروہ تنزیہی کہتے ہیں مگر شوافع کے ہاں تحریمی اور تنزیہی کا فرق نہیں ہوتا۔) اگر کراہت شدید اور تحریمی نوعیت کی ہے اور استحباب (مستحب ہونے) کا احتمال ضعیف ہے تو پھر وہ فعل کراہت کے شدید احتمال کے پیشِ نظر ترک کردیا جائے گا۔

یہ امر ذہن نشین رہے کہ کسی فعل کا بذاتِ خود شدید مکروہ (مکروہِ تحریمی) ہونا ایک الگ چیز ہے جبکہ کسی فعل کے مکروہ ہونے کے احتمال کا شدید ہونا ایک الگ چیز ہے۔ یہاں ہم مکروہ ہونے کے احتمال کے شدید ہونے کی بات کررہے ہیں۔

(۲) قوی احتمالِ استحباب پر وقوعِ عمل

حدیث ضعیف میں بیان کردہ فعل پر عمل کرنے سے اگر کراہت اور استحباب دونوں کا احتمال ہو تو اس کا دوسرا امکان یہ ہے کہ کراہت کا احتمال بڑا ہی ضعیف ہوگا یعنی وہ ایسا ایک فعل ہے کہ اُس کے مکروہ ہونے کا احتمال اور امکان بڑا کم ہے، مکروہ ہونے کی دلیل اور ظن میں کمزوری ہے مگر اُس کے برعکس اُس میں استحباب کا احتمال زیادہ قوی ہے یعنی اُس میں دلیل، فہم اور ظن کی قوت زیادہ ہے تو قوی احتمالِ استحباب کے سبب حدیثِ ضعیف پر عمل کیا جائے گا۔ اس لیے کہ اُس عمل سے روکنے والی دلیل (احتمال) کمزور ہے۔

(۳) احتمالِ کراہت و استحباب برابر ہونے پر حسنِ ظن

حدیث ضعیف میں بیان کردہ امر پر استحباب اور کراہت دونوں کے احتمال پائے جانے کا تیسرا امکان یہ ہے کہ مستحب اور مکروہ ہونے کے احتمال میں دونوں کی دلیل کی قوت برابر ہے۔ اس صورت میں حسنِ ظن سے کام لیا جائے گا۔

اس صورت میں حسنِ ظن کے غالب آنے کی صورت یہ

☆ خطاب نمبر: Ba-127، مقام: جامع المنہاج، بغداد ٹاؤن، مورخہ: 09 اکتوبر 2017ء، ناقل: محمد خلیق عامر

ہوگی کہ اگر کوئی فعل مباح ہو، یعنی بنیادی طور پر وہ کوئی قابلِ ثواب عمل نہ بھی ہو لیکن نیت اگر نیکی کی کر لیں تو وہ عمل بھی عبادت بن جاتا ہے۔ مثلاً: ہم جس بھی رنگ کا لباس پہن لیں تو اس کا تعلق ثواب کے ساتھ نہیں ہے لیکن اگر سفید لباس پہنتے ہوئے نیت یہ کر لیں کہ آقا علیہ السلام کو سفید لباس پسند تھا تو اب اس نیت کے ساتھ سفید لباس پہننا قابلِ ثواب ہوجائے گا۔۔۔ اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ کے انداز اور طرز کی نیت سے اُٹھنا بیٹھنا قابلِ ثواب ہوجائے گا۔۔۔ ہم جو چاہیں کھائیں، سبزی کھائیں، گوشت کھائیں مگر دستی کا گوشت کھاتے ہوئے نیت کر لیں کہ آقا علیہ السلام کو دستی کا گوشت پسند تھا تو یہ نیت کرنے سے دستی کے گوشت کا سالن کھانا عبادت بن جائے گا۔۔۔ مسجد میں نماز کے لیے داخل ہونا ایک عمل ہے مگر نیت اعتکاف کی کر لی جائے تو داخل ہونے سے خارج ہونے تک کا تمام عرصہ اور اس دوران اٹھنا بیٹھنا یہ تمام عمل اضافی ثواب بن جائے گا۔۔۔ گلی میں پتھر پڑا ہے، ہم نے وہ پتھر بغیر کچھ سوچے اٹھا کر راستے سے ہٹا دیا تو اس عمل کا کوئی ثواب نہیں لیکن اگر یہ سوچ کر اُس پتھر کو راستے سے ہٹا دیا کہ کسی کو ٹھوکر نہ لگ جائے تو اپنے دوسرے بھائی کو تکلیف سے بچانے کی نیت کی وجہ سے یہ فعل عبادت بن جائے گا۔

بتانا یہ مقصود ہے کہ فعلِ مباح میں ثواب کا کوئی معاملہ نہیں لیکن اگر اس عمل کو آقا علیہ السلام کی طرف منسوب کر لیں تو وہ فعل مباح اب مستحب عمل بن جائے گا، نیت کرنے سے فعلِ مباح عبادت میں بدل جاتا ہے۔ اِسی لیے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ. ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے''۔

(بخاری، الصحیح، کتاب بدء الوحی، باب: کیف بدء الوحی، ۱: ۳، رقم: ۱)

لہٰذا کسی عمل اور فعل کے اندر اگر از خود عبادت بننے کی کوئی تاثیر اور خوبی نہ بھی ہو مگر نیتِ خیر اُس کے ساتھ متعلق کر دیں تو فعلِ مباح بھی عبادت بن جاتا ہے۔ یعنی نیت ایک عام فعل کو عبادت سے بھی بڑھ کر ایمان کے درجے میں منتقل کر دیتی ہے۔

مذکورہ بحث سے یہ واضح ہوگیا کہ حدیث ضعیف پر عمل کے کیا اصول ہیں اور کراہت اور استحباب کے احتمالات کی بناء پر کس صورت پر عمل کیا جائے گا۔

خلاصۂ کلام

گزشتہ تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کے جواز پر شرعاً و اصولاً اعتراض بنتا ہی نہیں۔ جو آدمی اس حوالے سے یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے تو جائز کی حد تک تو کوئی اعتراض اور جھگڑا نہیں ہے۔

لیکن اگر حدیث ضعیف سے کوئی چیز ثابت ہوئی اور ہم نے کہا کہ اِس پر عمل کرنا جائز ہے جبکہ کسی دوسرے نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اِس پر عمل کرنا جائز نہیں تو اب اُسے یہ کہا جائے گا کہ اس مسئلہ میں حدیث کے ضعیف ہونے کے معاملے کو کچھ دیر کے لیے ایک طرف کر دیں اور یہ خیال کریں کہ یہ حدیث ضعیف وارد ہی نہیں ہوئی۔ اب صرف یہ بتائیں کہ اس حدیث سے جو عمل یا فعل ثابت ہو رہا ہے کیا اِس پر کوئی منع وارد ہے۔۔۔؟ یہ فعل جو ہم کرنے لگے ہیں کیا اِس کی منع پر کوئی دلیلِ شرعی ہے۔۔۔؟ کیا قرآن کی نص نے اِس کو منع کیا ہے۔۔۔؟ کیا حدیث نبوی نے منع کیا ہے۔۔۔؟ کیا آثارِ صحابہ، اجماع صحابہ نے منع کیا ہے۔۔۔؟ کیا کوئی دلیلِ شرعی ہے جو اِسے حرام یا مکروہ کہے۔۔۔؟ لامحالہ وہ کہے گا کہ اس پر منع کی کوئی دلیل نہیں ہے۔۔۔ اس پر ہم کہیں گے کہ جس فعل پر منع کی دلیل نہ ہو، اُس کو شرعاً کیا کہتے ہیں۔۔۔؟ وہ کہے گا کہ اسے مباح کہتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ اگر کسی خاص مسئلہ میں حدیث ضعیف نہ بھی ہو تو پھر بھی اس فعل یا عمل کو کرنا جائز ہے، جب تک کہ اس کی حرمت پر کوئی شرعی دلیل وارد نہ ہو جائے لیکن جب اس خاص مسئلہ میں حدیث بھی آجائے خواہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو تو اب یہ حدیث ضعیف سونے پر سہاگہ کا کام کر رہی ہے۔ پہلے بھی وہ عمل جائز تھا کیونکہ اِس پر درجہ حرمت یا درجہ کراہت تک لے جانے والی دلیل ہی نہ تھی۔ جب نہ کراہت ثابت ہے، نہ حرمت ثابت ہے تو فعل فی نفسہٖ مباح اور حلال ہوا۔

یعنی حدیث ضعیف نہ بھی ہوتی تب بھی وہ امر منع ثابت

نہ ہونے کے سبب حلال تھا اور اب حدیث ضعیف نے سونے پر سہاگہ کر دیا اور اس پر نور کا رنگ چڑھا دیا۔ فرق صرف اِتنا تھا کہ بغیر حدیث ضعیف کے وہ عمل محض جائز و مباح تھا، گناہ اور ثواب نہ تھا، جبکہ حدیث ضعیف نے اُس میں امکانِ ثواب، احتمالِ اجر اور احتیاط کا اضافہ کر دیا۔ احتیاط کرنا itself مستحب ہے۔ احتیاط تقویٰ ہے۔ یہ احتیاط کرنا کہ کوئی فضیلت ترک نہ ہوجائے، بذاتِ خود ثواب کا عمل ہے۔

حرمت کا اثبات صرف قرآن و حدیث سے ہے

وہ اعمال و افعال یا اشیاء جن کی حرمت کا ذکر قرآن و سنت میں صریحاً موجود نہیں یا وہ عمل شریعت کے کسی حکم سے متصادم نہیں تو وہ عمل بذاتِ خود ایک مباح فعل ہے اور ایسے امور کا بجا لانا حرام یا منع نہیں ہے، اس لیے کہ حرمت صرف قرآن مجید اور حدیث نبوی ﷺ کے ذریعے ہی ثابت ہوتی ہے۔ اس بات پر درج ذیل دلائل ملاحظہ ہوں:

(۱) پہلی دلیل

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ النسآء کی آیت نمبر۲۴ میں اُن تمام رشتوں کا ذکر کردیا جن سے نکاح کرنا حرام ہے۔ ان رشتوں میں ماں، بہن، بیٹی، پھوپھی، خالہ وغیرہ شامل ہیں۔ جب تمام فہرست مکمل کر دی تو آخر میں فرمایا:

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ. (النساء، ٤: ٢٤)

”اور ان کے سوا (سب عورتیں) تمہارے لیے حلال کر دی گئی ہیں۔“

یعنی جو رشتے فہرست میں ذکر نہیں کیے، اُن کا حکم وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ کے ذریعے بیان کردیا۔ معلوم ہوا کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ہاں جو چیز منع ہوتی ہے، صرف اُسی کا نام فہرست میں آتا ہے اور جو اشیاء جائز ہوتی ہیں، ان کی کثرت اور طویل فہرست ہونے کی وجہ سے اُن کے ناموں کو الگ الگ بیان نہیں کیا جاتا۔

مثلاً: شراب پینا حرام ہے تو اُس کا ذکر آئے گا اور باقی مشروبات کا پوچھا جائے کہ وہ حلال ہیں یا حرام؟ مثلاً لسّی، شربت، روح افزاء، باداموں کی سردائی، مختلف پھلوں کے جوس وغیرہ تو کہا جائے گا کہ جو حرام ہیں وہ چیزیں بتا دیں۔ جن کا ذکر نہیں کیا، وہ حلال ہیں۔۔۔ اسی طرح وہ جانور اور پرندے جن کا کھانا حرام تھا، ان کی فہرست بتادی اور جن کا نام فہرست میں شامل نہیں، وہ حلال قرار پائے۔ اسی امر کی طرف اشارہ حضور ﷺ کے اس فرمان میں موجود ہے:

إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ. (صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب الدین یسر)

”بے شک دین آسان ہے“۔

لہٰذا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے جو جو چیز منع ہوتی ہے اُس کا ذکر کر دیا جاتا ہے۔ اچھی اور جائز چیزوں کی لسٹ نہیں دی جاتی، اس لیے کہ جائز چیزوں کا شمار ہی نہیں کیا جاسکتا۔ زندگی میں ہزار ہا مباح امور ہیں، اگر اُن کو گننا شروع کر دیں اور اُن کے احکام کی کھوج میں لگ جائیں تو زندگی میں سختیاں پیدا ہو جائیں اور زندگی دین کے مطابق گزارنا مشکل ہو جائے۔ لہٰذا جو جو نہیں کرنا، وہ بتا دیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے، جائز ہے۔

(۲) دوسری دلیل

حضرت سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا:

حَرُمَ مِنَ النَّسَبِ سَبْعٌ وَمِنَ الصِّهْرِ سَبْعٌ ثُمَّ قَرَأَ ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ﴾ [النساء، ٤: ٢٣]

”حرمتِ نسب اور حرمتِ مصاہرت میں سات سات رشتے ہیں۔ پھر انہوں نے سورۃ النساء کی آیت ۲۳ کی تلاوت کی۔“

اس روایت کے بعد وہ بیان فرماتے ہیں:

وَجَمَعَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بَيْنَ ابْنَتَيْ عَمٍّ فِي لَيْلَةٍ.

”حسن بن حسن بن علی (جو ائمہ میں سے تھے) کی زوجیت میں ان کے چچا کی دو بیٹیاں تھیں۔“

یعنی وہ دو خواتین آپس میں سگی بہنیں نہیں تھیں بلکہ کزنز تھیں۔ مثلاً: ہوسکتا ہے کہ آپ کے دو چچا ہوں اور دونوں چچا کی بیٹیاں ان کی ازواج ہوں یا ان کی دو خالائیں ہوں اور دونوں خالہ کی بیٹیاں ان کی ازواج ہوں۔ گویا ان کی دونوں ازواج آپس میں کزنز تھیں۔ جابر بن زید نے ان کے اس عمل کو ناپسند کیا، انہیں

مسئلہ کا علم نہیں تھا۔ ان کے اعتراض پر آپ نے انہیں جواب دیا:

وَلَيْسَ فِيهِ تَحْرِيمٌ لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾ [النساء، ٤: ٢٣: ٢٤]۔

''اِس کے اندر تحریم نہیں ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور ان کے سوا (سب عورتیں) تمہارے لیے حلال کر دی گئی ہیں۔'' (بخاری، الصحیح، کتاب النکاح، باب ما یحل من النساء وما یحرم، ۵: ۱۹۶۳، رقم: ۴۸۱۶)

مذکورہ آیت میں دو سگی بہنوں کا ایک عقد میں جمع کرنا منع فرمایا گیا جبکہ پھوپھی اور بھتیجی، خالہ اور بھانجی کا ایک عقد میں جمع کرنا آقا علیہ السلام نے شارع کی حیثیت سے منع فرمایا۔ اس کے علاوہ کسی دو رشتوں کو جمع کرنے میں حرمت نہیں ہے۔ اس لیے کہ منع کے لیے قرآن یا حدیث نبوی ﷺ سے دلیل درکار ہوتی ہے۔

(۳) تیسری دلیل

سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ. (الانعام، ٦: ١١٩)

''حالانکہ اس نے تمہارے لیے ان (تمام) چیزوں کو تفصیلاً بیان کر دیا ہے۔ جو اس نے تم پر حرام کی ہیں۔''

پورے قرآن مجید اور حدیث نبوی ﷺ کے ذخیرہ میں کسی جگہ تمام حلال اشیاء کی تفصیل نہیں دی گئی، اس لیے کہ جائز کی تفصیل نہیں دی جاتی بلکہ جو منع اور حرام ہوں ان کے متعلق بیان کر دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ جو اشیاء ہوں، وہ حلال اور مباح ہوتی ہیں۔

(۴) چوتھی دلیل: جرح و تعدیل کے قاعدہ سے وضاحت

جرح و تعدیل میں فرق کی مثال سے بھی اس بات کو سمجھا جا سکتا ہے۔ علم الحدیث میں جرح سے مراد یہ ہے کہ محدثین راویوں کے اندر موجود نقص، تہمت، کمزوری اور کسی برائی کا ذکر کرتے ہیں اور فیصلہ دیتے ہیں کہ ان نقائص کی بناء پر اِس سے روایت نہیں لینی۔ مثلاً: یہ بُرا شخص ہے یا اِس کی روایت ترک کر دی گئی ہے، یہ متروک ہے، اس کو لوگوں نے چھوڑ دیا یا میں اِس کی روایت نہیں لیتا وغیرہ وغیرہ۔

جبکہ تعدیل یہ ہے کہ راوی کا تقویٰ، عدالت، دیانت، حفظ، اتقان اور اُس کی بھلائیوں کو بیان کیا جاتا ہے اور فیصلہ دیا جاتا ہے کہ اِس کی روایت لے لیں۔ مثلاً: یہ اچھا آدمی ہے یا اِس میں اچھائیاں ہیں۔

گویا مجرح (تجریح کرنے والا) کہتا ہے کہ اِس کی روایت نہ لیں، اِس میں یہ یہ خرابیاں ہیں اور معدل (تعدیل کرنے والا) کہتا ہے کہ اس کی روایت لے لیں، اس میں یہ یہ اچھائیاں ہیں۔

جمہور محدثین کا مذہب ہے کہ کسی ایک راوی کے بارے میں جرح اور تعدیل دونوں ہوں یعنی اُس کے خلاف ایسا بھی لکھا گیا ہو جو اُس سے روایت لینے سے منع کرتا ہو اور اُس کے حق میں بھی لکھا گیا ہو یعنی توثیق و تعدیل بھی ہو، گویا روایت لینے میں اجازت کا پہلو بھی ہو اور روایت لینے میں منع کا پہلو بھی ہو تو اب اس راوی کے بارے میں معدل سے تعدیلِ مفسّر نہیں مانگی جائے گی کہ اس راوی کی اچھائیاں بیان کرو، معدل اچھائیاں بتانے کا پابند نہیں ہوگا، مگر جرح کرنے والے سے اس راوی کی جرح مبہم و مجمل نہیں بلکہ جرح مفسّر کا مطالبہ کیا جائے گا۔ جرح دو طرح کی ہوتی ہے:

۱۔ جرح مبہم ۲۔ جرح مفسّر

جرحِ مبہم یہ ہے کہ محدث کسی راوی کے بارے میں صرف یہ کہہ دے کہ اِس سے روایت نہیں لینی، یہ اچھا آدمی نہیں ہے۔ یعنی تفصیل بیان نہ کرے، وضاحت نہ دے کہ اس سے روایت کیوں نہیں لینی؟ اس میں کیا خرابی ہے؟ اس کو جرح مجمل اور جرحِ غیر مفسّر بھی کہتے ہیں۔

جرح مفسّر یہ ہے کہ راوی سے روایت نہ لینے کے حوالے سے جارح مکمل تفصیل اور وضاحت بیان کرے کہ کن دلائل اور وجوہات کی بناء پر اس کی روایت کو قبول نہیں کیا جا رہا۔

قاعدہ یہ ہے کہ جرح میں چونکہ روایت لینے سے منع کا بیان ہے، اس لیے جب تک وہ غیر مفسّر ہو اور اُس کی تفصیل نہ ہو تو اس جرح کو قبول نہ کیا جائے گا جبکہ تعدیل اگر غیر مفسّر بھی ہو تو قبول کی جائے گی۔ جرح میں تفصیل بیان کرنے کا مطالبہ اس لیے کیا جائے گا کہ راوی کی ذات پر تہمت لگ رہی ہے، خرابی کا اعلان ہو رہا ہے اور روایت لینے سے منع کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا جہاں منع کا حکم ہے، اُس کی تفصیل پوچھی جائے گی،

وضاحت طلب کی جائے گی کہ کیا خرابی ہے، اِس سے روایت کیوں نہ لی جائے؟ جبکہ تعدیل میں تفسیر (وضاحت اور تفصیل) نہیں لی جائے گی، بلکہ غیر مفسر اور مجمل تعدیل بھی کافی ہوگی۔

جرح و تعدیل کے حوالے سے ہمارا رویہ

جرح وتعدیل میں بڑے نازک اور دقیق مسائل آتے ہیں۔ عام لوگ جو اس میدان کے شاہسوار نہیں ہیں، جن کی زندگی علمِ حدیث کے سمندروں کی غوطہ زنی میں نہیں گزری، جو علوم الحدیث کے سمندر کے تیراک نہیں ہیں، ایسے ہی سنی سنائی چار باتوں پر سمجھتے ہیں کہ بہت کچھ پڑھ لیا اور وہ اس فن کی باریکیوں سے آگاہ نہیں ہوتے، ایسے لوگ جب کسی کتاب میں صرف یہ لکھا دیکھ لیتے ہیں کہ ’’فلاں راوی سے روایت نہیں لینی‘‘ تو وہ اپنے اساتذہ سے اس کی وجہ نہیں پوچھتے، بس اس سنی سنائی کو آگے بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔ حالانکہ محض یہ بیان جرح مبہم ہے، جرح مفسر نہیں ہے، اس لیے کہ اِس کا سبب تفصیل سے بیان نہیں کیا گیا۔

آج اس وجہ کو جاننے کے لیے سیکڑوں کتابوں میں غوطہ زنی کرنا پڑے گی، کتب کے سمندر میں غوطہ زن ہوں گے تو پتہ چلے گا کہ ابہام کیا تھا اور تفسیر کیا ہے؟ جرح کے اقوال بھی دیکھیں گے اور تعدیل بھی دیکھیں گے اور پھر موازنہ کریں گے کہ تعدیل کی طرف جائیں یا جرح کی طرف جائیں؟

آج ہمارا حال تو یہ ہے کہ اگر ایک شیخ نے بیان کر دیا کہ فلاں سے روایت نہیں لینی تو بات ختم۔ اب یہی چیز آگے چل پڑی کہ فلاں شیخ نے کہا ہے کہ ’’فلاں کی روایت نہیں لینی۔‘‘ جب یہ بات آگے بیان ہوئی تو بیان کرنے والے نے اس میں اپنی طرف سے ایک اور جملہ کا اضافہ کردیا اور کہا: ’’وہ بُرا آدمی ہے، اُس سے روایت نہیں لینی۔‘‘ تیسرے نے ’’نہیں لینی‘‘ کے الفاظ میں مزید اضافہ کردیا کہ ’’بالکل لینی ہی نہیں ہے، مر جاؤ اُس سے نہ لینا‘‘ اور اِس طرح بات بڑھتی چلی جاتی ہے۔

(جاری ہے) ❁❁❁❁❁

کارکنان و تنظیمات متوجہ ہوں!

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

تجدید و احیائے دین، دعوت و تبلیغ حق، اصلاح احوال امت اور ترویج و اقامت اسلام کے عظیم مصطفوی مشن کے فروغ کے لئے کوشاں

ماہنامہ منہاج القرآن

فی شمارہ: 35 روپے
سالانہ خریداری: 350 روپے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اور تحریک منہاج القرآن کے مصطفوی پیغام کو اپنے علاقے میں موجود پبلک لائبریریز، کالجز، سکولز، عوامی مقامات دوست احباب اور علاقے کی موثر شخصیات تک پہنچانے کے لئے

سالانہ خریداری کی صورت میں تحفہ بھجوائیں

365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 042-111-140-140 Ext:128
www.minhaj.info Email:mqmujallah@gmail.com

سنت و قرآں اساسِ دینِ ما.....عزِ ما، تمکینِ ما، آئینِ ما

فقہ کی اہمیت اور فضیلت

اسلام کے اصل الاصول سے سرِ موانحراف کی گنجائش نہیں ہے

جو علم کی راہ پر چلا اللہ اس کے لئے جنت کی راہ آسان کر دیتا ہے

مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی

سنت و قرآں اساسِ دینِ ما
عزِ ما، تمکینِ ما، آئینِ ما

قرآن وسنت ہمارے دین کی بنیاد ہیں، یہی ہماری عزت، یہی ہماری طاقت اور یہی ہمارا آئین و قانون ہے۔ (اقبال)

فرمان باری تعالیٰ ہے: اَطِیْعُوا اللّٰہَ: ''اللہ کی اطاعت کرو''، یعنی قرآنی ہدایات پر عمل پیرا ہوجاؤ۔ وَاَطِیْعُوْ الرَّسُوْلَ: ''اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو''، یعنی رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اپناؤ۔ یہ ہے اسلام کا اصل الاصول، جس سے سرِ مو انحراف کی گنجائش نہیں۔ وقت میں سکون نہیں، ہر لمحہ حرکت اور ہر لمحہ تبدیلی کا پیغام ہے۔ بعض اصول دائمی و اٹل ہیں جن میں تغیر و تبدل ممکن نہیں اور بعض فروعات ہیں کہ زمان و مکان کے بدلنے سے بدل جاتے ہیں۔ علمِ فقہ اسی کا نام ہے کہ اسلامی اصولوں پر کاربند رہتے ہوئے نت نئے پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کیا جائے اور لوگوں کی عملی زندگی میں رہنمائی کی جائے۔ یہ کام وہی اہلِ علم کرسکتے ہیں جنہیں اسلامی آئین و قانون کے اصل مآخذ تک براہِ راست رسائی ہو اور ان کی زبان و بیان سے واقفیت ہو۔ جن میں صلاحیت بھی ہو، صالحیت بھی ہو، جن کے دل میں خوفِ خدا اور آخرت کی جوابدہی کا احساس بھی ہو اور انسانیت کی سچی خیرخواہی بھی ہو، بس ایسے ہی خوف رکھنے والے مخلصین فقہاء و علماء امت کی صحیح رہنمائی کرسکتے ہیں۔

ذیل میں فقہ کے لغوی معنیٰ اور قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ سے اس کی وضاحت کی جارہی ہے:

فقہ کا لغوی معنیٰ

الفقه فی الاصل الفهم، فقه الرجل، یفقه فقها اذا فهم وعلم، فقه یفقه اذا صار فقیها عالما. وجعله العرف خاصا بعلم الشریعة وتخصیصه بعلم الفروع.

''فقہ اصل میں سمجھ اور فہم ہے۔ کسی شخص کا سمجھنا، معلوم کرنا۔ فقیہ، عالم ہونا۔ عرف میں علمِ فقہ سے مرادعلمِ شریعت خصوصاً علم فروع۔'' (ابن الاثیر، النہایہ، ۳، ص: ۴۶۵)

علامہ سید شریف علی بن محمد بن علی الجرجانی الحنفی فرماتے ہیں:

هوالعلم بالاحکام الشرعیة العملیه المکتسب من ادلتها التفصیلیة، وقیل هو الاصابة والوقوف علی المعنی الخفی الذی یتعلق به الحکم، وهو علم مستنبط بالرأی والاجتهاد ویحتاج فیه الی النظر والتامل، ولهذا لا یجوز ان یسمی الله تعالیٰ فقیها لانه لا یخفی علیه شیئ. (میر سید شریف، التعریفات: ۲۱۶، طبع بیروت لبنان)

''احکامِ شریعہ عملیہ کا علم جو اس کے تفصیلی دلائل سے حاصل ہو اور ایک قول کے مطابق اس پوشیدہ معنی پر واقف ہونا جس سے حکم (شرعی) کا تعلق ہے اور یہ علم غور وفکر اور اجتہاد سے حاصل ہوتا ہے اور اس میں فکر و نظر کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی لیے اللہ کو فقیہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔''

فقہ: قرآن کریم کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ط فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ. (التوبة،۹: ۱۲۲)

’’مسلمانوں سے یہ تو نہیں ہوسکتا کہ سب کے سب نکلیں (علم دین حاصل کرنے کے لیے) تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ (علم) حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ان کی بے عملی اور بدعملی کے بھیانک انجام سے آگاہ کریں، اس امید پر کہ وہ تباہی سے بچیں۔‘‘

احادیثِ مقدسہ کی روشنی میں

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان العلماء هم الورثة الانبياء، ورثوا العلم،من اخذه اخذ بحظ وافر، ومن سلك طريقاً يطلب علما سهل الله له طريقاً الى الجنة. (بخارى)

’’علماء ہی نبیوں کے وارث ہیں جنہوں نے علم کی وراثت پائی، جس نے یہ وراثت پالی اس نے بڑا حصہ پالیا اور جو حصولِ علم کی راہ پر چلا، اللہ اس کے لیے جنت کی راہ آسان کردیتا ہے۔‘‘

۲۔ آیہ کریمہ ’’كونوا ربانيين‘‘ کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علماء وفقہا بنو۔ (ایضاً)

۳۔ پھر فرمایا: من يرد الله به خيرا يفقهه فى الدين. وانما انا قاسم والله يعطى. (متفق عليه)

’’اللہ جس سے بھلائی چاہے اسے دین کی سوجھ بوجھ عطا فرماتا ہے اور میں تو بس تقسیم کرنے والا ہوں اور دیتا اللہ ہے۔‘‘

۴۔ جب رسول پاک ﷺ نے حضرت معاذ کو یمن کا عامل بنایا تو فرمایا: كيف تقضى اذا عرض لك قضا

تمہارے پاس کوئی جھگڑا آئے تو فیصلہ کیسے کرو گے؟

انہوں نے عرض کی: بكتاب الله. اللہ کی کتاب سے۔

فرمایا: فان لم تجد فى كتاب الله. اللہ کی کتاب میں نہ پاؤ تو؟

عرض کی: فبسنة رسول الله ﷺ تو رسول ﷺ کی سنت سے۔

فرمایا: اگر رسول اللہ ﷺ کی سنت میں بھی نہ پاؤ تو پھر کیسے فیصلہ کرو گے؟

عرض کی: اجتهد راى ولا آلو.

بغیر کسی کمی کوتاہی پوری محنت وکوشش سے اپنی رائے سے معلوم کروں گا اور اس پر عمل کروں گا۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے سینہ پر ہاتھ مبارک مار کر فرمایا:

الحمدلله الذى وفق رسول رسول الله لما يرضى به رسول الله. (ترمذی، ابوداؤد، دارمی)

اللہ کا شکر ہے جس نے رسول اللہ کے بھیجے جانے والے عامل کو رسول اللہ ﷺ کی پسندیدہ بات کی توفیق بخشی۔

۵۔ ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان الله فرض فرائض فلا تضيعوها، وحرم حرمات فلا تنتهكوها، وحد حدودا فلا تعتدوها، وسكت عن اشياء من غير نسيان فلا تبحثوعنها. (دار قطنى)

’’بے شک اللہ نے کچھ احکامِ شرع تم پر فرض کیے تو انہیں ضائع نہ کرو اور کچھ حرمتیں حرام کیں سو انہیں پامال نہ کرو، کچھ حدیں مقرر کیں سو تم ان سے آگے نہ بڑھو اور بھولے بغیر بعض چیزوں سے خاموش رہا تو تم ان سے بحث (کُرید) نہ کرو۔

۶۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بلّغوا عنى ولو اية، وحدثوا عن بنى اسرائيل ولا حرج ، ومن كذب على متعمدا فليتبوا مقعده من النار.

میری طرف سے آگے پہنچادو، اگرچہ ایک آیت ہی ہو اور بنی اسرائیل کی باتیں بیان کرو، کوئی حرج نہیں اور جو مجھ پر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے۔ (بخاری)

۷۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لوگوں کی مثال سونے چاندی کی کانوں کی سی ہے جو دورِ جاہلیت میں اچھے (نیک سرشت، ذی استعداد) تھے، وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں۔ اذا فقهوا: جب سوجھ بوجھ رکھیں۔ (مسلم)

۸۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا حسد الا فى اثنين رجل، اتاه الله مالا فسلطه على هلكته فى الحق، ورجل اتاه الله الحكمة فهو

يقضي بها ويعلمها. (متفق عليه)

رشک تو بس دو بندوں پر ہونا چاہیے: ایک وہ جسے اللہ نے مال دیا اور اسے اس نے راہ حق پر خرچ کرنے پر لگا دیا اور دوسرا وہ جسے اللہ نے علم و حکمت دیے اور وہ اس سے فیصلے کرتا اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔

۹۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب آدمی مر جاتا ہے، اس کا عمل اس سے ختم ہو جاتا ہے مگر تین اعمال سے تعلق باقی رہتا ہے۔ایک صدقہ جاریہ، دوسرا علم جو سود مند ہو اور تیسرا نیک اولاد جو اس کیلئے دعا کرتی ہے۔ (مسلم)

۱۰۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو کسی مسلمان کی کوئی دنیوی مشکل حل کرے، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مشکل حل فرمائے گا اور جو کسی تنگدست پر آسانی کرے، اللہ تعالیٰ اس کی دنیا و آخرت میں پردہ پوشی فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرتا رہتا ہے، جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے اور جو حصولِ علم کے لیے سفر کرتا ہے، اس کے عوض اللہ اس کے لیے جنت کی راہ آسان فرما دیتا ہے اور جو قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر اللہ کی کتاب پڑھے اور ایک دوسرے کو پڑھائے ان پر سکون و اطمینان کی بارش ہوتی اور اللہ کی رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ ان کا اپنی بارگاہ کے خاص اہلِ مجلس میں فخریہ طور پر ذکر فرماتا ہے اور جسے اس کا عمل موخر کرے اسے اس کا نسب مقدم نہیں کر سکتا۔ (مسلم)

خلاصۂ کلام

اللہ نے مخلوق کو بے مقصد پیدا نہیں فرمایا، بلکہ حلال و حرام، اور جائز و ناجائز کے اصولوں کا پابند کیا ہے، ہم اس کے بندے ہیں، اس کی حدود میں زندگی گزارنے کے پابند ہیں، انہی حدود و قیود کا جاننا علمِ فقہ کی غرض و غایت ہے یہی ہماری تخلیق کا مقصد ہے، اسی میں ہماری دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی ہے۔❁❁

تعزیت: گذشتہ ماہ محترم عبدالسلام (سینئر مرکزی ڈیزائنر) کے خالو سسر محترم محمد بشیر (لاہور)، محترم وقار احمد توگیروی (حویلی لکھا) کے والد، محترم غلام مصطفیٰ گجر (کسوکی۔ حافظ آباد) کی دادی جان، محترم ملک محمد عارف اعوان (قلعہ مراد بخش)، محترم مہر محمد اسلم سیال (سیال موڑ) کی اہلیہ، محترم خالد محمود طاہر (ضلعی ناظم ننکانہ صاحب) کے بہنوئی، محترم علامہ حافظ شبیر احمد (نائب ناظم سنٹرل پنجاب) کے والد (حافظ آباد)، محترم ڈاکٹر محمد عمر حیات مغل نقشبندی مجددی (ٹاؤن شپ) کے شیخ حضرت ڈاکٹر عبدالحمید اعوان علوی نقشبندی مجددی سواتی، محترم ملک امجد محمود (سیالکوٹ) کی چچی جان، محترم حافظ احتشام محمود (ضلعی ناظم سیالکوٹ) کی تائی، محترم علامہ ثناء اللہ ربانی (ضلعی صدر سیالکوٹ) کے ماموں، محترم سیف اللہ گورائیہ (ڈسکہ) کے تایا، محترم محمد ادریس گوندل کے ماموں، محترم حافظ شمشاد اقبال (سکھیکی منڈی) کے بھائی، محترم حافظ مبشر علی (لاہور) کی ہمشیرہ، محترم حاجی ریاض احمد (ضلعی صدر اوکاڑہ بی) کی ہمشیرہ، محترم راجہ عبدالوحید (ضلعی ناظم گجرات) کے کزن، محترم باؤ عبدالرشید (پتوکی)، محترم حاجی ظفر عباس طاہر (بھوانہ) کے چچا، محترم ظفر عباس (بھوانہ) کی والدہ، محترم عبدالرحمان (بھوانہ) کی والدہ، محترم مظفر علی خاں (بھوانہ) کے بہنوئی، محترم مہر احمد خاں جپہ (بھوانہ) کی والدہ، محترم حاجی محمد یاسین (ٹاؤن شپ لاہور) کی والدہ، محترم محمد شفیق کھرل (گجیانہ نو) کے کزن محترم محمد اشرف، محترم حاجی احسان اللہ مہر (گوجرنوالہ) کے کزن، محترم سید محمد وارث شاہ ہاشمی (ساہیوال) کی والدہ، محترم محمد سفیان منیر (کالیکی منڈی) کے خالو، محترم اکبر علی (سکھیکی منڈی) کی ساس، محترم عمر فاروق عادل (لاہور) کے سسر، محترم محمد اشرف تارڑ (صفدر آباد) کے بڑے بھائی محترم مراتب علی، محترم اعجاز احمد ترہانہ (تاندلیاوالہ)، محترم مرزا علی اکبر (سمندری) کی والدہ، محترم حاجی ذوالفقار علی (سمندری) کی والدہ اور تایا جان، محترم حاجی شیر محمد (سمندری) کے بھائی، محترم حاجی محمد حسین قادری (ضلعی نائب صدر قصور اے)، محترم حاجی اسلم سہیل مرزا (چچہ وطنی) کی کزن، محترم خالد پرویز ایڈووکیٹ (چچہ وطنی) کی والدہ، محترم شاہد گریوال (چچہ وطنی) کی ساس، محترم فوجی محمد اشرف (چچہ وطنی) کے برادر ان لاء، محترم امتیاز احمد قادری (شیخوپورہ) کی والدہ، محترم سجاد حسین قادری (ملکوال) کے والد، محترم عارف محمود ملک (ملکوال) کے والد، محترم توقیر حیات گوندل (ملکوال) کی والدہ، محترم ریاض احمد (ملکوال) کے بھائی، محترم حاجی اعجاز احمد قادری (ونیکے تارڑ) کی ساس، محترم شیخ گلفام (اوکاڑہ) کے بھائی اور محترم اظہر مصطفوی (نائب ناظم سنٹرل پنجاب) کے تایا (مریدکے) قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

شبِ برأت کی فضیلت

شبِ برأت اللہ کریم گناہ گاروں کی مغفرت اور انہیں جہنم سے بری فرماتا ہے

اس مقدس رات مشرک، کینہ پرور، قطع رحمی کرنے والا، والدین کا نافرمان اور عادی شرابی اللہ کی نظرِ کرم سے محروم رہتا ہے

ڈاکٹر حافظ محمد سعد اللہ

وطنِ عزیز میں دیگر متعدد دینی و مذہبی مسائل کی طرح شب برأت (شعبان المعظم کی پندرھویں رات) کے قیام (عبادت گزاری اور شب بیداری) کا مسئلہ بھی افراط وتفریط کا شکار ہے۔ بعض لوگ اسے بالکل بے اصل، بے بنیاد اور بدعت تصور کرتے ہیں جبکہ بعض طبقات نے اسے عملی طور پر لازم بلکہ فرض و واجب کا درجہ دے رکھا ہے۔ جس کے لیے بڑے اخراجات کا انتظام و انصرام اور اہتمام ضروری سمجھا جاتا ہے پھر اس اہتمام میں بعض مذہبی رسوم بھی اس موقع کا لازمی حصہ بن گئی ہیں۔ زیرِ نظر مضمون میں شبِ برأت کی فضیلت اور اس کی شرعی حیثیت کو بیان کیا جارہا ہے:

بعض مقامات و اوقات کی فضیلت کا مسئلہ

قرآن و حدیث کی تصریحات اور علماء اسلام کی توضیحات سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام مقامات (زمین، مکان، جگہ) اور اوقات (زمانہ، وقت، دن، رات) اگرچہ اپنی اصل کے اعتبار سے برابر ہیں اور اپنی ذات کی حد تک ایک جگہ کو دوسری جگہ پر اور ایک وقت کو دوسرے وقت پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ تاہم کسی مخصوص مقام یا جگہ پر کوئی اہم یادگار اور تاریخی واقعہ رونما ہونے، اس جگہ پر کوئی خاص عمل سرزد ہونے یا اس جگہ کے کسی عظیم شخصیت کی طرف منسوب اور اس سے قریبی تعلق ہونے کی بنا پر اس مقام و جگہ کو دیگر مقامات کے مقابلے میں ایک خاص عظمت اور تقدس حاصل ہوجاتا ہے۔ چنانچہ ایک ہی علاقے اور آبادی میں بازار اور رہائشی مکانات کے مقابلے میں مساجد اور عبادت گاہوں کے لیے مختص جگہوں، اسی طرح مسجدِ حرام، مسجدِ نبوی، بیت المقدس، حرمین شریفین، بیت اللہ، مقامِ ابراہیم، صفا و مروہ، منیٰ، مزدلفہ، عرفات، غارِ حرا، غارِ ثور، مقامِ بدر، مقامِ احد، جنت البقیع، روضۃ الجنہ اور روضۃ الرسول ﷺ کو شرعی اعتبار سے جو ایک عظمت اور تقدس حاصل ہے تو وہ درج بالا اصول کی بنیاد پر ہی ہے۔ اسی اصول کے مدنظر علماء نے مزارِ نبوی ﷺ میں زمین کے اس ٹکڑے یا حلقے کو تمام زمین و آسمان ہی نہیں، عرش سے بھی افضل قرار دیا ہے جو جسد نبوی ﷺ کو مَس کررہا ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ملاعلی قاری، باب المساجد ومواضع الصلوۃ، ۲/۱۹۰)

یہی معاملہ اوقات/ زمانہ کا ہے۔ عام دنوں کے مقابلہ میں یوم جمعہ، یوم النحر، یوم العیدین، ایام الحج، عشرہ ذی الحجہ، ماہ رمضان، لیلۃ القدر وغیرہ کو اس لیے عظمت حاصل ہے کہ یہ ایام اور راتیں خاص عبادات، نزولِ قرآن اور مخصوص اعمال کے لیے مختص ہیں۔

شبِ برأت کی عظمت

ان مخصوص، عظیم، بابرکت اور رحمتِ الٰہی کے لیے خاص راتوں میں ایک رات شعبان المعظم کی پندرھویں شب بھی ہے۔ جسے عربی میں ”لیلۃ البراءۃ“ اور فارسی میں ”شب براۃ“ کا نام دیا جاتا ہے۔ یعنی وہ بابرکت رات جس میں اللہ

کریم بطورِ خاص اپنے گناہگار بندوں کی مغفرت فرماتا اور انہیں جہنم کی آگ سے بری فرماتا ہے۔

علامہ ابن الحاج مالکی (م ۷۳۷ھ) شب برأت کی عظمت، خصوصیت اور فضیلت و بزرگی کے بارے سلف صالحین کی عمومی سوچ اور طرزِ عمل کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولا شك انها ليلة مباركة عظيمة القدر عندالله تعالٰى... وكان السلف رضى الله عنهم يعظمونها ويشمرون لها قبل اتيانها فما تأتيهم الاوهم متاهبون للقائها والقيام بحرمتها. (ابن الحاج، المدخل، ۲۹۲/۱)

''اور اس امر میں کوئی شک نہیں کہ یہ رات (شب برأت) برکت والی اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی قدر و منزلت والی ہے۔۔۔ اور ہمارے اسلاف ﷺ اس رات کی بڑی تعظیم کرتے تھے، اس کی آمد سے قبل ہی اس کے لیے (ذہنی و عملی) تیاری کرتے تھے، چنانچہ جب یہ مبارک رات آتی تو اس کی ملاقات اور اس کی حرمت بجا لانے کے لیے مستعد ہوتے تھے۔''

عمومی مغفرت کی رات

شب برأت کی ایک خصوصیت اور برکت یہ بھی ہے کہ یہ عمومی مغفرت و رحمتِ الٰہی کی رات ہے۔ اس رات رحمتِ الٰہی کا دریا جوش میں ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی عام مغفرت فرماتا ہے، جس کی تائید درج ذیل روایات سے ہوتی ہے:

عن عائشة قالت فقدت رسول الله ﷺ ليلة فخرجت فاذا هو بالبقيع فقال اكنت تخافين ان يحيف الله عليك ورسوله، قلت يارسول الله ظننت انك اتيت بعض نساءك، فقال ان الله تعالٰى ينزل ليلة النصف من شعبان الى سماء الدنيا فيغفر لاكثر من عدد شعر غنم كلب. (جامع ترمذی، باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان)

یہ حدیث الفاظ کے قدرے اختلاف اور کمی بیشی کے ساتھ سنن ابن ماجہ میں بھی منقول ہے۔ (ابن ماجہ، السنن، ابواب ماجاء فی قیام شہر رمضان، باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان)

ان روایات کو سامنے رکھ کر ذیل میں ترجمہ درج کیا جا رہا ہے:

''سیدہ عائشہ صدیقہ ﷞ فرماتی ہیں: ایک رات میں نے رسول اللہ ﷺ کو (اپنے حجرہ سے) گم پایا تو میں آپ ﷺ کی تلاش میں نکل پڑی۔ تو (میں نے دیکھا کہ) آپ ﷺ جنۃ البقیع (قبرستان) میں اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے (دعا کر رہے) ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے (مجھے دیکھ کر) فرمایا: کیا تمہیں اس بات کا خوف تھا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ تمہارے اوپر ظلم (ناانصافی) کریں گے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے گمان کیا کہ آپ (شاید) اپنی کسی دوسری زوجہ محترمہ کے ہاں تشریف لے گئے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: (یہ بات نہیں بلکہ) بے شک اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں شب کو (اپنی شان کے مطابق بندوں پر کرم فرماتے ہوئے) آسمانِ دنیا پر نازل ہوتا ہے اور بنو کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ اپنے (مومن) بندوں کی مغفرت فرما دیتا ہے۔''

صاحبِ مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ امام رزین نے اسی روایت میں ''ممن استحق النار'' کا اضافہ بھی کیا ہے، یعنی یہ بخشے جانے والے خوش قسمت، ان لوگوں میں سے ہوتے ہیں جو اپنی بداعمالیوں کے سبب دوزخ کی آگ کے مستحق بن چکے ہوتے ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح، باب قیام شہر رمضان)

بعض دوسرے محدثین نے درج بالا روایت میں کچھ مزید تفصیل بھی بیان کی ہے کہ حضرت عائشہ ﷞ کی بات کا جواب دیتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: واقعہ یہ ہے کہ جبرائیل ؑ نے آ کر مجھے بتایا کہ آج شب اللہ تعالیٰ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ آدمیوں کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ البتہ:

لا ينظر الله فيها الى مشرك ولا الى مشاحن ولا الى قاطع رحم ولا الى مسبل ولا الى عاق والديه ولا الى مد من خمر. (ابن ماجہ، السنن، ابواب ماجآء فی قیام شہر رمضان، باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان)، (مشکوٰۃ المصابیح، باب قیام شہر رمضان) (مجمع الزوائد منبع الفوائد، باب ماجآء فی الشحن)

''اللہ تعالیٰ اس (رحمت بھری رات) میں بھی نظرِ کرم نہیں فرماتا کسی مشرک کی طرف، نہ کینہ پرور کی طرف، نہ قطع رحمی کرنے والے کی طرف، نہ تکبر سے چادر ٹخنوں سے نیچے

گھسیٹنے والے کی طرف، نہ والدین کے نافرمان کی طرف اور نہ عادی شرابی کی طرف‘‘۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے مجھ (عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) سے فرمایا: کیا تم مجھے آج رات قیام (عبادت گزاری، شب بیداری) کی اجازت دیتی ہو؟ میں نے عرض کیا: ہاں۔ آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ اس کے بعد آپ ﷺ (نماز کے لیے) کھڑے ہوگئے پھر اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے گمان ہوا کہ آپ ﷺ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی ہے۔ اسی شبہ کے مدنظر میں نے آپ ﷺ کے قدمین مبارک کو چھوا تو آپ ﷺ نے قدموں کو حرکت دی جس سے میں خوش ہوگئی۔ اس وقت میں نے سنا کہ آپ ﷺ سجدہ میں یہ دعا پڑھ رہے تھے:

اعوذ بعفوك من عقابك، واعوذ برضاك من سخطك، واعوذبك منك جل وجهك لا احصى ثناء عليك انت كما اثنيت على نفسك.

(شعب الایمان، باب، ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان، ۳/۳۸۴)

عام عطاءِ الٰہی کی رات

اس رات کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ عام عطاءِ الٰہی کی رات ہے۔ خود اللہ کریم کی طرف سے عطا و بخشش کا اعلان کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا يومها فان اللّٰه تعالىٰ ينزل فيها لغروب الشمس الى السماء الدنيا فيقول الا من مستغفرلى فاغفرله، الا مسترزق فارزقه الا مبتلى فاعافيه الا كذا الا كذا حتى يطلع الفجر. (ابن ماجہ، السنن، ابواب ماجآء فی قیام شہر رمضان باب، ماجآء فی لیلۃ النصف من شعبان)

’’جب شعبان کی پندرھویں رات ہو تو اس رات کو قیام (عبادت) کرو اور اس سے اگلے دن روزہ (نفلی) رکھو کیونکہ اس رات میں اللہ تعالیٰ غروبِ آفتاب کے وقت سے ہی آسمان دنیا پر (اپنی شان کے مطابق) نزول فرماتے ہیں، پھر یہ اعلان فرماتے ہیں: ہے کوئی مجھ سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرنے والا کہ میں اس کے گناہ معاف کردوں۔۔۔ ہے کوئی رزق کا طلبگار کہ اسے رزق عنایت کردوں۔۔۔ ہے کوئی مصیبت و بیماری میں مبتلا آدمی کہ اسے عافیت عطا کردوں۔۔۔ ہے کوئی یہ چیز مانگنے والا، ہے کوئی یہ چیز مانگنے والا کہ اسے عطا کردوں۔ یہاں تک کہ فجر طلوع ہوجاتی ہے۔‘‘

یہ اعلان عام راتوں کے برعکس ہے، اس لیے کہ ویسے تو اللہ کریم ہر رات آسمانِ دنیا پر نزولِ رحمت فرماتا ہے مگر یہ نزول رات کے پچھلے پہر **ثلث الليل الآخر** (رات کے آخری تہائی حصے) میں ہوتا ہے اور پھر اعلان فرماتا ہے کہ **من يدعونى فاستجيب له، من يسألنى فاعطيته، من يستغفرنى فاغفرله** ’’کون ہے جو اس وقت مجھ سے دعا کرے کہ میں اس کی دعا قبول کروں۔۔۔ کون مجھ سے سوال کرے گا کہ میں اسے (اس کی مطلوبہ چیز) عطا کردوں۔۔۔ کون مجھ سے مغفرت کا طلب گار ہے کہ میں اس کی مغفرت فرمادوں۔‘‘ (متفق علیہ)

اسی طرح حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نبی رحمت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اذا كان ليلة النصف من شعبان نادى مناد هل من مستغفر فاغفر له هل من سائل فاعطيه فلا يسال احد شيئا الا اعطى الا زانية بفرجها او مشرك.

(شعب الایمان، باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان، ۳/۳۸۳)

’’جب شعبان کی پندرھویں رات ہوتی ہے تو (اللہ کی طرف سے) ایک منادی یہ ندا (آواز) دیتا ہے کہ ہے کوئی گناہوں سے مغفرت چاہنے والا کہ میں اس کی مغفرت کردوں، ہے کوئی سائل کہ میں (آج رات) اسے عطا کردوں۔ چنانچہ جو آدمی جو کچھ بھی مانگتا ہے، اسے عطا کردیا جاتا ہے، سوائے بدکار عورت اور مشرک آدمی کے۔‘‘

شب برأت میں اہم امور کے فیصلے

احادیثِ نبوی ﷺ میں اس امر کی صراحت موجود ہے کہ اللہ کریم نے لیلۃ القدر کو جو قرآنی نص کے مطابق ’’خیر من

الف شھــــر“ (ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر) ہے، اپنی بعض حکمتوں اور تکوینی مصلحتوں کے تحت رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں چھپا دیا ہے۔ (مشکوۃ المصابیح، باب لیلۃ القدر) مگر شب برأت کے معاملے میں یہ خصوصی کرم فرمایا ہے کہ اسے عظمت و فضیلت اور برکت عطا فرمانے کے ساتھ ساتھ اس کا تعین بھی فرمادیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی زبانی لوگوں کو بتادیا گیا کہ ہر آدمی کے متعلق آئندہ سال بھر کے اہم فیصلے اسی رات میں ہونا ہیں، لہذا اس رات میں بارگاہ الٰہی کے اندر جتنا رونا اور گڑگڑانا ہے گڑگڑالو، اللہ کو جتنا مناسکتے ہو منالو، تمام فیصلوں کو فائنل کرنے والی وہی ذات ہے۔ اپنے رزق بڑھانے، عمر میں برکت، مصائب و مشکلات سے نکلنے اور بداعمالیوں کے باعث اپنی بدبختی کو سعادت مندی میں بدلنے کی جتنی دعا کرسکتے ہو، کرلو۔ آج رات اس کی رحمت و مغفرت کے دروازے سب کے لیے کھلے ہیں۔

چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے (ایک مرتبہ) مجھ سے پوچھا: کیا تم جانتی ہو کہ اس رات یعنی شعبان کی پندرھویں رات میں کیا ہوتا ہے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ (آپ ہی بتادیجئے) اس میں کیا ہوتا ہے۔ فرمایا:

اس رات میں آئندہ سال میں بنی آدم کے ہر مولود کا نام لکھ دیا جاتا ہے (یعنی لوحِ محفوظ سے لکھ کر قضاء و قدر پر مامور ملائکہ کے سپرد کردیا جاتا ہے۔) نیز اس رات میں آئندہ سال کے اندر ہر مرنے والے کا نام بھی لکھ (ملائکہ کے سپرد کر) دیا جاتا ہے اور (اسی طرح) اس رات میں لوگوں کے (سال بھر کے) اعمال (بارگاہِ الٰہی کی طرف) اٹھائے جاتے ہیں اور اسی رات میں ان کے رزق نازل ہوتے ہیں۔“

(مشکوۃ المصابیح، باب قیام شہر رمضان)

مشہور تابعی حضرت عطاء بن یسارؒ فرماتے ہیں کہ جب شعبان کی پندرھویں شب ہوتی ہے تو (اللہ کی طرف سے) ایک فہرست ملک الموت کے سپرد کی جاتی ہے، پھر اسے کہا جاتا ہے کہ جن لوگوں کا نام اس صحیفہ میں درج ہے، ان کی روحوں کو قبض کرنا۔ چنانچہ ایک بندہ درخت لگا رہا ہوتا، یا کھیتی باڑی کررہا ہوتا، کوئی نکاح کررہا ہوتا اور کوئی مکان بنانے میں مصروف ہوتا ہے، حالانکہ اس کا نام مُردوں کی فہرست میں لکھا جاچکا ہوتا ہے۔ (عبدالرزاق، مصنف، رقم الحدیث: ۷۹۲۵)

اسی سے ملتی جلتی ایک روایت عثمان بن محمد بن المغیرہ بن الاخنس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کی عمر ایک شعبان سے دوسرے شعبان تک طے کردی جاتی ہے، یہاں تک کہ ایک آدمی شادی کرتا ہے اور اس کے بچے پیدا ہوتے ہیں جبکہ اس کا نام مُردوں کی فہرست میں داخل ہوچکا ہوتا ہے۔ (الطبری، جامع البیان۔۔۔، ۱۳/۱۴۱)

احکام میں ایک شرعی اصول و ضابطہ

شب برأت کے قیام (عبادت گزاری اور شب بیداری) کے لیے جو طریقِ کار ہمارے ہاں عام طور پر مروّج ہے اس میں بعض ایسی چیزیں داخل ہوگئی ہیں جن میں عموماً شرعی حدود سے تجاوز کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں اصولی چیز یہ ہے کہ شریعت نے جس حکم کو جس درجے (فرض، واجب، سنت، مستحب وغیرہ) میں رکھا ہے، اسے اسی درجہ پر رکھا جائے۔ فقہاءِ اسلام نے شرعی احکام کی جو درجہ بندی کی ہے اس کا مقصد یہی ہے کہ اس درجہ کا اعتقادی اور عملی طور پر لحاظ رکھا جائے۔ اسی طرح شریعت نے ہر کام کی کچھ شرعی حدود مقرر کردی ہیں۔ ان حدود میں تجاوز کو کسی بھی لحاظ سے اللہ رب العزت، رسول اللہ ﷺ یا دین سے محبت قرار نہیں دیا جاسکتا۔ نبیِ رحمت ﷺ نے اس شرعی اصول کی وضاحت یوں فرمائی ہے:

ان اللّٰہ فرض فرائض فلا تضیعوھا، وحرم حرمات فلا تنتھکوھا وحد حدوداً، فلا تعتدوھا وسکت عن اشیاء من غیر نسیان فلا تبحثوا عنھا.

(مشکوۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

”بے شک اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض متعین کردیئے ہیں پس انہیں ضائع نہ کرنا اور کچھ چیزیں اس نے حرام قرار دے دی ہیں تو ان کی حرمت پامال نہ کرنا اور کچھ (چیزوں کی) حدود

طے کردی ہیں، ان سے تجاوز نہ کرنا اور کچھ چیزوں سے بغیر بھولے (عمداً اور مصلحتاً) خاموشی اختیار فرمائی ہے (ان کا حکم بیان نہیں فرمایا) تو خواہ مخواہ ان کی کرید نہ کرنا۔''

شب برأت کا قیام مستحب ہے نہ کہ واجب

شب برأت کے قیام (عبادت گزاری) کے سلسلے میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مروی روایت میں یہ بات گزر چکی ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

قوموا ليلها وصوموا يومها.

''اس رات کو قیام کرو اور اس سے اگلے دن روزہ رکھو۔''

مگر یہاں امر کا صیغہ عام اصولی قاعدہ کے مطابق امر کے لیے نہیں بلکہ استحباب کے لیے ہے۔ اسی لیے فقہا نے کہا ہے کہ اس رات میں قیام اور شب بیداری مندوب و مستحب کے درجہ میں ہے۔ چنانچہ امام شافعیؒ (م: ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

بلغنا انه كان يقال ان الدعاء يستجاب فى خمس ليال فى ليلة الجمعة وليلة الاضحى وليلة الفطر واول ليلة من رجب وليلة النصف من شعبان.

''ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ (دورِ صحابہ و تابعین میں) کہا جاتا تھا کہ پانچ راتوں میں دعا قبول ہوتی ہے، جمعہ کی رات، عیدالاضحیٰ کی رات، عیدالفطر کی رات، رجب کی پہلی رات اور پندرھویں شعبان کی رات میں۔''

بعد ازیں صحابہ کرام ؓ و تابعین رحمہم اللہ کا عید کی شب دعا کا معمول ذکر کرنے کے بعد امام شافعیؒ لکھتے ہیں:

وانا استحب كل ماحكيت فى هذه الليالى من غير ان يكون فرضا.

(کتاب الام، کتاب صلوٰۃ العیدین، العبادۃ لیلۃ العیدین، ۱/۲۳۱)

''مذکورہ راتوں کے متعلق جو کچھ میں نے بیان کیا ہے، میں اسے مستحب سمجھتا ہوں نہ کہ فرض۔''

اسی طرح علامہ ابن نجیم حنفیؒ (م: ۹۷۰ھ) فرماتے ہیں:

ومن المندوبات احياء ليالى العشر من رمضان وليلتى العيدين وليالى عشر ذى الحجة وليلة النصف من شعبان كما وردت به الاحاديث وذكرها فى الترغيب والترهيب مفصلة. (ابن نجیم، البحرالرائق شرح کنزالدقائق، باب الوتر والنوافل، ۲/۵۶)

''اور رمضان المبارک کی آخری دس راتوں، عیدین کی راتوں، ذی الحجہ کی پہلی دس راتوں اور (اسی طرح) شعبان کی پندرھویں رات (شب برأت) کو زندہ کرنا (ان میں شب بیداری اور عبادت کرنا) مندوبات (مستحبات) میں سے ہے۔''

کسی امر کا مستحب ہونا اس کی اہمیت سے انکار نہیں ہے

یہاں اس امر کی وضاحت بے جا نہ ہوگی کہ شرعی اعتبار سے اگرچہ کسی مستحب کے تارک پر گناہ، عتاب اور عذاب نہیں تاہم اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اسے کوئی اہمیت ہی نہ دی جائے، کیونکہ مستحب کے لفظ کا مادہ اشتقاق ''حُب'' ہے جس کے معنی ''محبت'' کے ہیں۔ لہٰذا مستحب عمل وہ ہے جس پر عمل کرنے سے آدمی، اللہ کا محبوب بندہ بن جاتا ہے۔ اب جس عمل سے کسی آدمی کو اللہ کریم کی محبت حاصل ہوجائے تو اس سے بڑا اعزاز کیا ہوسکتا ہے۔ بعض لوگ مستحبات کو ہلکا سمجھتے ہوئے محض اس لیے چھوڑ دیتے ہیں کہ یہ فرض و واجب تو نہیں۔ انہیں یہ بات بھی مدنظر رکھنی چاہیے کہ جو عمل شرعی اعتبار سے مستحب ہے وہ اگرچہ فرض و واجب تو نہیں مگر مستحب تو بہرکیف ہے اور مستحب عمل کرنے کے لیے ہوتا ہے نہ کہ چھوڑنے کے لیے۔ یہ کس نے کہہ دیا کہ مستحبات چھوڑنے کے لیے ہوتے ہیں۔ مستحبات پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا تقاضا اور محبتِ الٰہی کا حق ہے۔

شبِ برأت میں کوئی خاص عبادت متعین نہیں

شب برأت میں عبادت کے لیے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی روایت **فقوموا ليلها وصوموا يومها** کی نوعیت بتاتے ہوئے علامہ شرنبلالیؒ فرماتے ہیں:

ومعنى القيام ان يكون مشتغلا معظم الليل وقيل بساعة منه يقرا او يسمع القرآن او الحديث او يسبح او يصلى على النبى ﷺ.

(شرنبلالی، مراقی الفلاح، شرح نورالایضاح مع حاشیہ طحطاوی)

(بقیہ: صفحہ نمبر 30 پر ملاحظہ فرمائیں)

دعوت و تبلیغ اور جدید ذرائع ابلاغ

سوشل میڈیا خدمتِ دین اور تعلیم و تعلّم کے فروغ کا طاقتور ذریعۂ اظہار ہے

آنکھیں بند کر کے خبر پھیلانا اور یقین کر لینا مومنین کی نشانی نہیں ہے

چیئرمین سپریم کونسل منہاج القرآن انٹرنیشنل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کا خصوصی خطاب

رپورٹ: نوراللہ صدیقی

فی زمانہ سوشل میڈیا خدمتِ دین و خدمتِ انسانیت، کردار سازی اور تعلیم و تعلّم کے فروغ کا طاقتور ترین ذریعۂ اظہار ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے ہر دور کے تقاضوں کے مطابق دعوتِ دین اور تعلیم و تحقیق پر فوکس کیا ہے اور امت کی بروقت رہنمائی کی۔ منہاج القرآن کے ذمہ داران اور کارکنان جدید دعوتی ابلاغی اسلوب کو اختیار کریں۔ اس لیے کہ ہر کان تک حق کی آواز کو پہنچانا بطورِ مسلمان ہمارا دینی، قومی و ملی فریضہ ہے۔ دعوت کی ذمہ داری ایک عظیم نعمت بھی ہے اور سنت مبارکہ بھی۔

آج ہمیں سوشل میڈیا کے جدید ٹولز کے ذریعے ماضی کی طرح قائد کی آواز کے ذریعے اصلاحِ احوال اور اصلاحِ معاشرہ کے عظیم مشن کو آگے بڑھانا ہے اور نئی نسل کو دینِ مصطفوی کے علم، امن اور تحقیق والے پیغام سے ہم آہنگ بھی کرنا ہے اور اسے دعوتِ حق کا پیامبر بھی بنانا ہے۔

آج کے دور میں سوشل میڈیا کی اسی اہمیت و افادیت کے پیشِ نظر گزشتہ ماہ مرکزی سیکرٹریٹ منہاج القرآن انٹرنیشنل پر دو مختلف کانفرنسز بعنوان ''نظامِ دعوت بذریعہ سوشل میڈیا'' کانفرنس اور ''سوشل میڈیا سمٹ'' منعقد ہوئیں۔ جن میں چیئرمین سپریم کونسل محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے خصوصی خطابات کیے۔ ان کانفرنسز میں جملہ مرکزی قائدین اور رہنماؤں نے خصوصی شرکت کی۔

خطاب ڈاکٹر حسن محی الدین قادری

آج کے اس عالمی گاؤں میں جس طرح کا ماحول ہے اور سوشل میڈیا کے ذریعے بے دریغ اور بلا سوچے سمجھے معلومات پھیلائی جاتی ہیں، اس حوالے سے سورۃ الحجرات کی چند آیات میں ہمیں ہدایات کا پورا پیکج ملتا ہے۔ آیئے! سورۃ الحجرات اور قرآن حکیم کے دیگر مقامات اور احادیث نبویہ ﷺ کا اس تناظر میں مطالعہ کریں:

۱۔ خبر کی تحقیق کا حکم

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا.

''اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق (شخص) کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کر لیا کرو۔'' (الحجرات، ۴۹: ۶)

یاد رہے کہ خبر کی تحقیق کے طریقے درج ذیل ہیں:

۱۔ فوری طور پر خبر پر یقین نہ کر لیا جائے اور بغیر تحقیق اسے آگے شیئر نہ کیا جائے۔

۲۔ خبر کے سیاق و سباق پر غور کریں کہ یہ خبر پھیلانے کے پیچھے کوئی سازش تو نہیں۔

۳۔ اس مواد اور خبر کے ساتھ اپنے مفاد اور تعلق پر بھی غور کریں کہ اس خبر سے ہمارا کوئی تعلق بھی ہے یا نہیں؟

۴۔ اگر خبر ٹھیک ہے، ہمارے متعلق بھی ہے پھر بھی کیا اس کا جواب دینا یا اسے آگے پھیلانا ضروری ہے یا نہیں؟ کیوں کہ بعض اوقات خبر پھیلانے یا اس کا جواب دینے میں بھی کوئی مسئلہ ہوسکتا ہے اور نظر انداز کر دینا بھی بہتر ہوتا ہے۔

۵۔ اگر خبر دینا ضروری ہے یا اسے پھیلانا ضروری ہے تو یہ دیکھ لیں کہ ہمارا اچھا اور مثبت مؤقف کسی کی مخالفت کی بھینٹ نہ چڑھ جائے یعنی ہمارا مؤقف مضبوط تھا مگر ہمارے انداز نے مخالفین کو کھلی تنقید کا موقع فراہم کردیا جس سے ہمارا اچھا مواد بھی ضائع ہوگیا۔

۲۔ ناسمجھی یا انا کی وجہ سے کسی کو نقصان نہ پہنچائیں

سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۶ کے ہی الفاظ ہیں:

اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا ۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ. (الحجرات، ۴۹: ۶)

’’(ایسا نہ ہو) کہ تم کسی قوم کو لاعلمی میں (ناحق) تکلیف پہنچا بیٹھو۔ پھر تم اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔‘‘

اس میں ہمارے لیے درج ذیل رہنمائی ہے:

۱۔ ہم اپنا مؤقف بیان کریں، نہ کہ اپنی بات کے ذریعے کسی کی دل آزاری کا سامان کریں۔

۲۔ ہماری بات یا مؤقف سے تفرقہ بازی نہ پھیلے اور امن و سلامتی کو کوئی خطرہ نہ ہو۔

۳۔ اس آیت میں مکمل رہنمائی عطا کرنے کے بعد اس بات کو بھی واضح کردیا کہ اگر تم نے ان ربانی تعلیمات کو نظر انداز کیا تو پھر تم خود بعد ازاں پشیمان و شرمندہ ہوگے۔ اس لیے اپنے آپ کو شرمندگی اور ندامت سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ دعوت و تبلیغ یا سوشل میڈیا پر کسی بھی بات کو پھیلانے کے لیے اس کی حقانیت اور اسلوبِ بیان ہمیشہ پیشِ نظر رہے۔

۳۔ معلومات کی ترسیل ایک امانت ہے

جہاں میسر آنے والی معلومات کی تحقیق ضروری ہے، وہیں ان معلومات کی اشاعت بطورِ امانت ہونی چاہیے۔ یہ امر ملحوظ رہے کہ جو معلومات ہمیں ملی ہیں، اگرچہ وہ درست ہیں لیکن پھر بھی یہ سوچیں کہ ان معلومات کی اشاعت سے کسی کو ناحق نقصان تو نہیں پہنچے گا، یہ معلومات انتشار کا سبب تو نہیں بنیں گی۔ مراد یہ ہے کہ یہ خیال رہنا چاہیے کہ کون سی شے آگے پہنچانی ہے اور کون سی خبر آگے نہیں پہنچانی۔ قرآن مجید ہمیں اس حوالے سے بھی رہنمائی عطا کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ط اِنَّ اللهَ كَانَ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا. (النساء، ٤: ٥٨)

’’بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں انہی لوگوں کے سپرد کرو جو ان کے اہل ہیں، اور جب تم لوگوں پر حکومت کرو تو عدل و انصاف کے ساتھ کیا کرو (یا: اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل و اِنصاف کے ساتھ فیصلہ کیا کرو)۔ بے شک اللہ تمہیں کیا ہی اچھی نصیحت فرماتا ہے، بے شک اللہ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔‘‘

مومنین کی صفات کے ضمن میں ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ.

’’اور جو لوگ اپنی امانتوں اور اپنے وعدوں کی پاسداری کرنے والے ہیں۔‘‘ (المؤمنون، ۲۳: ۸)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہیں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے بتایا:

سَأَلْتُكَ مَاذَا يَأْمُرُكُمْ فَزَعَمْتَ أَنَّهُ أَمَرَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ، قَالَ: وَهَذِهِ صِفَةُ نَبِيٍّ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَأَبُوْ عَوَانَةَ)

’’ہرقل نے اُن سے کہا کہ میں تم سے پوچھتا ہوں کہ وہ (نبی) تمہیں کن باتوں کا حکم دیتا ہے؟ تم نے بتایا کہ وہ تمہیں نماز، سچ بولنے، پاک دامن رہنے، وعدہ پورا کرنے اور امانت ادا کرنے کا حکم فرماتا ہے۔ اُس نے کہا: نبی کی صفت یہی ہوتی ہے۔‘‘

۴۔ سچ پھیلائیں اور جھوٹ سے اجتناب برتیں

سوشل میڈیا کا استعمال کرتے ہوئے اس بات کو اپنے اوپر لازم کرلیں کہ ہمیشہ سچی خبر ہی ہمارے ذریعے آگے پہنچے۔ جھوٹی اور من گھڑت باتیں محض کسی کی دشمنی میں قطعاً آگے نہ پھیلائیں۔ قرآن مجید میں اور حضور نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات میں سچ بولنے کی تلقین اور جھوٹ سے اجتناب کے احکامات واضح ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ.

’’اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اہلِ صدق (کی معیت) میں شامل رہو۔‘‘ (التوبة، ۹: ۱۱۹)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ، فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ، وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ صِدِّيْقًا، وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُوْرِ، وَإِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ كَذَّابًا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ)

’’سچ کو اپنے اوپر لازم کر لو، بے شک سچائی آدمی کی بھلائی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور بھلائی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ آدمی ہمیشہ سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ صدیق کا لقب اور مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔ جھوٹ سے اجتناب کرو، بلاشبہ جھوٹ گناہوں کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم میں لے جاتے ہیں۔ آدمی ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذّاب (بہت بڑا جھوٹا) لکھ دیا جاتا ہے۔‘‘

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

لَا تَنْظُرُوْا إِلَى صَلَاةِ أَحَدٍ، وَلَا إِلَى صِيَامِهِ، وَلٰكِنِ انْظُرُوْا إِلَى مَنْ إِذَا حَدَّثَ صَدَقَ وَإِذَا أُؤْتُمِنَ أَدَّى.

(أخرجه البيهقي في السنن الكبرى، ٦: ٢٨٨، الرقم: ١٢٤٧٣)

’’کسی شخص کی نماز اور اس کے روزوں کی طرف نہ دیکھو، بلکہ اس کی طرف دیکھو جو بولے تو سچ بولے، اور جب اسے امانت سونپی جائے تو اُسے ادا کرے۔‘‘

امام مالک فرماتے ہیں:

بَلَغَنِي أَنَّهُ قِيْلَ لِلُقْمَانَ: مَا بَلَغَ بِكَ مَا يَرَى؟ قَالَ مَالِكٌ: يُرِيْدُوْنَ الْفَضْلَ، قَالَ لُقْمَانُ: صِدْقُ الْحَدِيْثِ، وَأَدَاءُ الْأَمَانَةِ، وَتَرْكُ مَا لَا يَعْنِيْنِي.

(البيهقي في شعب الإيمان، ٤: ٢٣٠، الرقم: ٤٨٨٨)

’’مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت لقمان سے پوچھا گیا: آپ کو یہ مقام کسی طرح حاصل ہوا؟ امام فرماتے ہیں: پوچھنے والوں کا مقصد فضیلت تھا۔ حضرت لقمان نے فرمایا: (مجھے یہ مقام) سچی بات، امانتوں کی ادائیگی اور بے مقصد باتوں کو ترک کر دینے کی وجہ سے حاصل ہوا۔‘‘

۵۔ جوڑنے والے بنیں، توڑنے والے نہیں

سوشل میڈیا پر عام طور پر رجحان یہ ہے کہ ہم افتراق و انتشار پھیلاتے ہیں، محبتوں کے بجائے نفرتوں کے سوداگر بنتے ہیں۔ اس ضمن میں اگر قرآن کے احکامات کو دیکھیں تو قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں ہمیں صلح کرانے اور افتراق و انتشار کے بجائے اتفاق و اتحاد کے راستے ہموار کرنے کا حکم ملتا ہے:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا.

’’اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑائی کریں تو اُن کے درمیان صلح کرا دیا کرو۔‘‘ (الحجرات، ۴۹: ۹)

حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان اقدس ہے:

’’میں نے دنیا سے رخصت ہو جانا ہے اور علم بھی عنقریب اٹھا لیا جائے گا یہاں تک کہ دو آدمیوں کے درمیان اختلاف واقع ہوگا اور اُن کے درمیان بھی کوئی صلح کرانے والا نہیں ہوگا۔‘‘ (سنن الدارمی، الرقم: ۲۲۱)

لہذا سوشل میڈیا پر لوگوں کو توڑنے والے نہ بنیں بلکہ جوڑنے والے بنیں۔

۶۔ عدل کا دامن کبھی نہ چھوٹے

سوشل میڈیا پر اپنی جملہ سرگرمیوں میں اس بات کو ملحوظ

رکھیں کہ کبھی عدل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔

عدل کی تعریف یوں کی جاتی ہے:

وَضْعُ الشَّیْءِ فِی مَحَلِّهٖ.

''کسی شے کو اس کے اصل مقام میں رکھنا عدل کہلاتا ہے۔''

جب کہ اس کے مد مقابل ظلم کی تعریف یہ ہے:

وَضْعُ الشَّیْءِ فِی غَیْرِ مَحَلِّهٖ.

''کسی چیز کو اس جگہ رکھنا جو اس کا اصل مقام نہ ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے بھی ہمیں عدل و انصاف سے کام لینے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا.

'' تو دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف سے کام لو'' (الحجرات، ۴۹: ۹)

لہٰذا سوشل میڈیا کے ساتھ عدل یہ ہو گا کہ کیا کہنا ہے۔۔۔ کتنا کہنا ہے۔۔۔ کس کو کہنا ہے۔۔۔ کس وقت اور کس جگہ کہنا ہے۔۔۔؟ بصورتِ دیگر بے وقت راگ الاپنے سے وقت اور قدر دونوں ضائع ہوں گے۔

۷۔ ایک مکمل اخلاقی پیکج

اللہ رب العزت نے انسان کے اخلاق کی تہذیب کرنے کے لیے اپنے کلام میں ایک مکمل اخلاقی پیکج عطا فرمایا ہے۔ اس اخلاقی پیکج کو ہم نے نہ صرف اپنی معمول کی زندگی کا حصہ بنانا ہے بلکہ سوشل میڈیا پر بھی دعوت وتبلیغ اور فروغِ علم کے دوران پیشِ نظر رکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۱۰ تا ۱۲ میں درج ذیل امور کی جانب توجہ مبذول کروائی ہے:

۱۔ ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑاؤ ۲۔ طعنہ زنی نہ کرو

۳۔ برے نام اور القابات سے نہ پکارو

۴۔ بدگمانی سے پرہیز کرو ۵۔ عیب جوئی نہ کرو

۶۔ غیبت نہ کرو ۷۔ خوفِ خدا کو لازم پکڑو۔

یہ ایک ایسا اخلاقی پیکج ہے کہ اگر ہم میں سے ہر کوئی اپنے معمول کی زندگی میں بھی اور سوشل میڈیا پر ایکٹو ہوتے ہوئے بھی اس کو اپنے اوپر لازم کرلے تو اس سے ہمارا معاشرہ جنت نظیر معاشرہ بن سکتا ہے۔

ان اخلاقی پابندیوں کو اپنے اوپر لازم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس زبان میں ہم کسی سے بات کریں گے تو لازمی بات ہے کہ اسی زبان و لہجے میں دوسرا بھی ہم سے بات کرے گا۔ ہم نے دوسروں کے عیب تلاش کرنے پر جو وقت ضائع کرنا ہے، چاہیے یہ کہ اس وقت کو ہم اپنی اور معاشرے کی اصلاح کے لیے استعمال کریں۔ سوشل میڈیا کے ذریعے الزامات لگانے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی بات کو سچ ثابت کرنے کے لیے غلط دلائل کا سہارا لیں اور اس طرح مزید برائی کی دلدل میں پھنستے چلے جائیں۔

۸۔ اَمر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی

سوشل میڈیا کو استعمال کرتے ہوئے بطور مسلمان کبھی بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری سے غافل نہ ہوں۔ اس لیے کہ اس ذمہ داری کی ادائیگی ہی کے سبب امتِ مسلمہ کو بہترین امت قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ. (آل عمران،۳: ۱۱۰)

''تم بہترین اُمّت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لیے ظاہر کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

لہٰذا ہمارا ہر قدم اور عمل لا یعنی اور بے مقصد باتوں کو فروغ دینے کے بجائے تعمیری اور مثبت ہونا چاہیے جس سے ہر دم افراد و معاشرہ کی اصلاح کا سامان میسر آتا رہے۔

۹۔ دعوتِ دین میں عقل وحکمت کا استعمال

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ دعوت وتبلیغ کے فروغ اور اصلاحِ احوالِ امت کے مصطفوی مشن پر گامزن ہوتے ہوئے جب ہم جدید ذرائع ابلاغ کا استعمال کریں تو اس استعمال میں بھی ہر قدم پر عقل وحکمت ہمارے شامل حال رہے۔ یہ نہ ہو کہ ہم حکمت و بصیرت سے ہٹ کر اور عقل سے بالا بالا ہر جگہ ایک جیسا اسلوب اور طرز بیان اختیار کریں۔ ایسا کرنا اسلام کی

تعلیمات کے منافی ہے۔

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ. (النحل،١٦: ١٢٥)

”(اے رسولِ معظّم!) آپ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان سے بحث (بھی) ایسے انداز سے کیجئے جو نہایت حسین ہو۔“

گویا کسی صورت بھی اخلاق اور عقل وحکمت کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے۔ حقیقی مومن کی یہ علامت ہے کہ اُس کے اُمور مبنی بر عقل اور حکمت ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں عقل و دانش کو کام میں نہ لانے والوں کی مذمت فرمائی گئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللهِ الصُّمُّ الْبُکْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ.

”بے شک اللہ کے نزدیک جانداروں میں سب سے بدتر وہی بہرے، گونگے ہیں جو (نہ حق سنتے ہیں، نہ حق کہتے ہیں اور حق کو حق) سمجھتے بھی نہیں ہیں۔“ (الأنفال، ٨: ٢٢)

١٠۔ نیکی کو فروغ دینے والا اجر اور برائی کو رواج دینے والا اپنا بوجھ بڑھاتا ہے

پچھلے زمانوں میں جب کوئی شخص برائی کرتا تھا تو اُس برائی کا اثر اُس تک محدود رہتا تھا یا اس کے قریب کے لوگ متاثر ہوتے تھے۔ آج دنیا ایک عالمی گاؤں بن چکی ہے۔ کوئی واقعہ کہیں بھی رونما ہو، اس کی خبر چشمِ زدن میں پوری دنیا میں پھیل جاتی ہے۔ یہی حال سوشل میڈیا پر ہمارے شیئر کردہ مواد کا بھی ہے۔ اِدھر کوئی مواد اپ لوڈ ہوا، اُدھر وہ پوری دنیا کے سامنے چلا گیا۔

جو مواد اچھا ہوگا اور جتنے لوگ بھی اسے دیکھیں گے اور اس پر عمل کریں گے تو ان دیکھنے والوں اور عمل کرنے والوں کو بھی ثواب ملے گا اور مواد اپ لوڈ کرنے والوں کو بھی ان کے برابر اجر ملتا رہے گا، جب کہ بعد والوں کے اجر میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی۔

لیکن اگر کوئی شخص کوئی برا یا فحش مواد انٹرنیٹ پر شائع کرتا ہے تو اسے اپنا گناہ تو ہوگا ہی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کا گناہ بھی اسے برابر ملتا رہے گا جو بعد میں اس کے اپ لوڈ کیے ہوئے فحش مواد کو دیکھیں گے یا کسی طرح کا اثر لیں گے۔ لہٰذا یہ امر ہر لحہ ملحوظ رہے کہ ہم اچھا مواد شیئر کر رہے ہیں یا برا مواد پھیلا رہے ہیں؟

حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان اقدس ہے:

مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ.

”جس نے اسلام میں کسی اچھے عمل کی بنیاد رکھی تو اُس کے لیے اُس نیک عمل کا بھی اجر ہے اور بعد میں اُس نیک عمل کرنے والوں کا اجر بھی ملے گا لیکن بعد میں عمل کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ اور جس نے اسلام میں کسی برے کام کو رواج دیا تو اُس کے لیے اُس برے عمل کا بھی بوجھ ہے اور بعد میں وہ برا عمل کرنے والوں کا گناہ بھی اُس کے سر پر ہوگا جب کہ بعد میں وہ برا کام کرنے والوں کے اپنے گناہ میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔“ (صحیح مسلم)

لہٰذا سوشل میڈیا پر ہمیں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں۔ اگر کچھ برا دیکھ رہے ہیں تو اس برے مواد کی rating اور likes بڑھا رہے ہیں۔ نتیجتاً وہ مواد search میں بھی اوپر آئے گا اور ہم اس میں پورے حصے دار ہوں گے۔ اس لیے سوچ سمجھ کر سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ کا استعمال کریں۔ ایسا نہ ہو کہ لاعلمی میں اپنے گناہ اور اپنا بوجھ بڑھاتے رہیں۔

١١۔ ہمیشہ پختہ بات کہی جائے

سوشل میڈیا اور ابلاغ کے جدید ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں اس بات کا بھی اہتمام کرنا چاہیے کہ ہماری بات مدلّل اور پختہ بنیاد پر مبنی ہو۔ ایسی بات ہرگز نہ کی جائے جو سطحی، عامیانہ اور غیر واضح ہو جس سے افرادِ معاشرہ میں شکوک وشبہات جنم لیں اور معاشرے میں تعمیر کی بجائے تخریب کا عمل

رونما ہو۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ہمیں ہمیشہ پختہ اور واضح بات کرنے کا حکم دیا۔ ارشاد فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا.

’’اے ایمان والو! اللہ سے ڈرا کرو اور صحیح اور سیدھی بات کہا کرو۔‘‘ (الأحزاب، ۳۳: ۷۰)

قَـوْلًا سَـدِیـدًا کہنے کا حکم دے کر یہ بتلایا جا رہا ہے کہ ایسی بات کہی جائے جو:

۱۔مبنی برصداقت ہو۔ ۲۔کِذب بیانی پر مشتمل نہ ہو۔

جب عام حالات میں یہ حکم ہے تو دعوت دینے کے لیے بھی ایسا انداز اپنایا جائے جس سے کسی کی دل آزاری نہ ہو۔ ایسی بات کے ذریعے دعوت دی جائے جو محقّقہ اور سچی ہو۔

ان نصیحتوں کو اچھی طرح یاد کیجیے اور اپنی بقیہ زندگی کو اسی کے مطابق گزاریے۔ ہماری یہ اولین ذمہ داری ہونی چاہیے کہ کسی کو ہماری وجہ سے تکلیف نہ پہنچے اور کوئی بری چیز ہماری وجہ سے معاشرے میں نہ پھیلے۔

☆ سوشل میڈیا کے ذریعے دعوت کے فروغ اور اس کے مثبت اور بامقصد استعمال کے سلسلے میں منعقد ہونے والی ان کانفرنسز سے ناظم اعلیٰ خرم نواز گنڈاپور، نائب ناظم اعلیٰ کوآرڈینیشن محمد رفیق نجم، نائب ناظم اعلیٰ میڈیا افیئرز نوراللہ صدیقی، علامہ غلام مرتضیٰ علوی، میاں عبدالقادر، عرفان یوسف، اینکر پرسن اسامہ غازی، فرخ شہباز وڑائچ، صدیق جان، شعیب امام، فرحان عزیز، فراز ہاشمی، رضی طاہر، محبّ مجید اور حیدر مصطفیٰ نے بھی اظہارِ خیال کیا۔ نیز ان کانفرنسز میں جملہ مرکزی قائدین اور نائب ناظمین اعلیٰ، ضلعی صدور اور تنظیمی عہدیداران کی اکثریت نے شرکت کی۔

☆ محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے اپنے خطاب کے اختتام پر دعوت بذریعہ سوشل میڈیا کو منظّم انداز میں فروغ دینے کے لیے محترم حفیظ اللہ جاوید کو سنٹرل سوشل میڈیا کوآرڈینیٹر برائے دعوت مقرر کرنے کا اعلان فرمایا اور اس امید کا اظہار کیا کہ وہ مصطفوی مشن کے فروغ کے لیے اپنی بہترین صلاحیتیں بروئے کار لائیں گے۔

(بقیہ: مضمون شبِ برأت کی فضیلت)

’’اور شب برأت میں قیام کا مطلب یہ ہے کہ رات کے زیادہ تر حصے میں اور ایک قول یہ بھی ہے کہ کم از کم کچھ وقت قرآن مجید کی تلاوت کرنے، قرآن مجید سننے یا حدیثِ نبوی سننے یا تسبیح پڑھنے یا نبی پاک ﷺ پر درود بھیجنے میں (اپنے ذوق کے مطابق) مصروف رہے۔‘‘

آتش بازی کی ممانعت

شب برأت کے موقع پر آتش بازی، پٹاخے وغیرہ کا بھی شرعی اعتبار سے اس رات سے کوئی تعلق نہیں۔ شبِ برأت کی فضیلت و برکت میں وارد احادیث اور متعلقہ مسائل و احکام کے بارے میں اقوالِ فقہا کے اندر بھی کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی۔ اصولی طور پر یہ سب چیزیں اسراف اور بلاضرورت اتلافِ مال کے زمرے میں آتی ہیں جسے شریعت ناجائز قرار دیتی ہے۔ یہ رسومات شاید ہندو معاشرت کے باعث ہمارے معاشرے میں دَر آئی ہے۔ چنانچہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

قیل و اوّل حدوث الوقید من البرامکة فکانوا عبدة النار فلما اسلموا ادخلوا فی الاسلام مایموهون انه من سنن الدین ومقصودهم عبادة النیر ان حیث رکعوا وسجدوا مع المسلمین الی تلك النیران ولم یات فی الشرع استحباب زیادة الوقید علی الحاجة فی موضع. (مرقاۃ المصابیح)

’’کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے چراغاں اور آتش بازی کا سلسلہ برمکیوں (عباسی خلفاء کے وزراء) نے شروع کیا، وہ آگ کے پجاری تھے، مگر جب اسلام لے آئے تو اپنے خیال کے مطابق جس چیز کو دین کا طریقہ سمجھتے تھے، اسے اسلام میں داخل کردیا اور اس سے ان کا مقصود آگ کی پوجا تھی کہ اس طرح مسلمانوں کے ساتھ اس آگ کی طرف رکوع و سجود کرکے اس کی عبادت کریں گے۔‘‘

❋❋❋❋❋

23 مارچ یومِ پاکستان کا تاریخی پس منظر

19 مارچ کو پولیس اور خاکساروں کے دستے کے مابین تصادم سے 23 افراد شہید ہوئے

بانی پاکستان نے کہا کہ الگ وطن کا مطالبہ فرقہ وارانہ نہیں بلکہ بین الاقوامی ہے

پروفیسر صادق زاہد

23 مارچ 1940ء کو یوم قرار داد پاکستان کو پیش کرنے کی نوبت کیوں آئی؟ وہ کیا حالات تھے کہ مسلمانانِ ہند نے ایک الگ وطن کا مطالبہ کردیا؟ اس امر کو جاننے کے لیے ہمیں 1940ء سے قبل کے حالات کا جائزہ لینا ہوگا:

برطانوی حکومت کے زیر نگرانی بننے والے گورنمنٹ انڈیا ایکٹ 1935ء کے نفاذ کے بعد میں ہندوستان بھر میں 1937ء میں انتخابات کروائے گئے۔ 1937ء کے انتخابات کے نتیجے میں کانگرس کو جہاں جہاں اقتدار میسر آیا، وہاں انہوں نے مذہبی، قومی اور ثقافتی سطح پر مسلمانوں کو حقیر کرنے کی غرض سے اپنے سیاسی اقتدار سے بھرپور انداز میں کام لیا۔ کانگرس نے یہ نعرہ لگایا کہ ہندوستان کی مالک ہندو اکثریت کی قوم ہے، لہٰذا یہاں پر وہی کچھ ہوگا جو ہم چاہیں گے اور بعد ازاں انہوں نے اپنی ظالمانہ پالیسیوں اور اعمال سے اس کا ثبوت بھی فراہم کیا۔

کانگرس کے اس رویے نے مسلمانوں کے دل و دماغ میں اپنے مستقبل کے حوالے سے کئی طرح کے شکوک و شبہات پیدا کردیئے اور برصغیر کے مسلمانوں کے تعلیم یافتہ طبقے کے سامنے یہ حقیقت عیاں ہوگئی کہ برصغیر کے سیاسی اقتدار میں آئندہ کے لیے مسلمانوں کا مستقبل مکمل طور پر مخدوش ہے۔ ان کانگرسی وزارتوں کے قیام سے قبل سیاسی سطح پر ہندو مسلم اتحاد کی فضا قائم تھی۔ قائداعظمؒ نے کانگرسی وزارتوں کے قیام کے بعد بھی مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے اس اتحاد اور تعاون کو جاری رکھنا چاہا مگر ہندوؤں کے رویے اور مظالم نے مسلم لیگ کو اپنے راستے کانگرس سے علیحدہ کرنے پر مجبور کردیا۔

1939ء تک کانگرسی وزارتوں کا یہ دور مسلمانوں پر ہر طرح کے ظلم ڈھاتا رہا۔ 1939ء میں کانگرس نے برطانوی حکومت کو جنگ عظیم دوم کے دوران برصغیر میں حالتِ جنگ کی حالت کے نفاذ کے مسئلہ پر اعتماد میں نہ لینے پر وزارتوں سے استعفیٰ دے دیا۔

یومِ نجات

اکتوبر 1939ء میں کانگرسی وزارتوں کی یہ سبکدوشی برصغیر کے مسلمانوں کے لیے نہایت اہم موڑ ثابت ہوئی۔ کانگرس ہائی کمان نے اپنے خیال میں یہ نہایت انقلاب انگیز اقدام کیا تھا جس کے نتیجے میں انہیں آزادی کی منزل سے ہمکنار ہونا تھا اور ہندوستان کا بلا شرکتِ غیرے حکمران بننا تھا لیکن دراصل یہ اقدام مسلم لیگ اور مسلمانانِ ہند کے حق میں ایک نیک فال ثابت ہوا۔ کانگرسی وزارتیں اقتدار سے الگ ہوئیں، قائداعظم نے بجلی کی سرعت سے یہ اعلان کیا کہ کانگرسی وزارتوں کے مستعفی ہونے کی خوشی میں ہندوستان بھر کے مسلمان یومِ نجات منائیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ انہیں اس ظالمانہ اقتدار سے نجات ملی۔

یوم نجات کے لیے 22 دسمبر 1939ء کی تاریخ اور جمعہ کا دن مقرر کیا گیا، جلسے کئے گئے، جلوس نکالے گئے، قرار دادیں

پاس کی گئیں جن میں خاص طور پر ان مظالم کی مذمت کی گئی جو کانگرسی وزارت کے صوبوں میں مسلمانوں پر روا رکھے گئے تھے۔ یہ یوم نجات اس بات کا غیر مبہم اور ناقابلِ تردید اعلان تھا کہ کانگرس کا اقتدار خالص ہندو اقتدار ہے جس سے مسلمانوں کو شدید نفرت ہے۔

قائداعظم کے اس اقدام کا نہایت مفید نتیجہ نکلا۔ حکومتِ برطانیہ بلکہ ساری دنیا کے سامنے کانگرس کے اس غلط دعوے کی قلعی کھل گئی کہ وہ برصغیر کی جملہ اقوام کی نمائندہ جماعت ہے۔ ملک کے مشہور کانگرسی اخبار اسٹیٹس مین کے ایک سابق ایڈیٹر آرتھر مور نے قائداعظم کے اس اقدام کو نہایت عاقلانہ قرار دیتے ہوئے قائداعظم کی بروقت اور فوری فیصلہ کرنے کی قوت کو بے حد سراہا۔ قائداعظم کے اس اقدامِ یوم نجات کے اعلان سے کانگرس بوکھلا گئی۔ بعد ازاں وائسرائے ہند نے بھی اپنی تقریر میں آل انڈیا مسلم لیگ کو مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت قرار دے دیا۔ وائسرائے کی طرف سے یہ اعلان بلاشبہ ہندوستان کے مسلمانوں، مسلم لیگ اور قائداعظم کی بہت بڑی فتح تھی اور مسلم لیگ کی قوت کا سرکاری سطح پر یہ پہلا اعتراف تھا۔

مسلم لیگ کے فیصلہ کن اجلاس کیلئے لاہور کا انتخاب

مسلم لیگ کا قافلۂ حریت اپنے بیدار مغز اور اولوالعزم رہنما کی قیادت میں اپنی فکری منزلِ مقصود کی جانب نہایت تیزی سے بڑھ رہا تھا۔ اب مسلمان؛ ہندو فرقہ پرستوں خصوصاً کانگرس سے بالکل مایوس ہوچکے تھے۔ کانگرسی وزارتوں کے استعفیٰ اور مسلم لیگ کی جانب سے یومِ نجات منانے کے اقدام کے بعد ہندوستان کی دونوں قومیں دو متضاد اور مخالف راستوں پر گامزن ہوچکی تھیں اور حکومتِ برطانیہ کا راستہ دونوں سے الگ تھا۔ گویا یہ ملک تین بڑی طاقتوں کی آویزش کی آماجگاہ بن رہا تھا، جس میں سے دو طاقتیں نہایت منظّم اور مضبوط تھیں لیکن ان میں مسلمانوں کی طاقت کمزور تھی۔ اس کمزور طاقت اور منتشر قافلے کو اب ایک مضبوط اور صاحبِ بصیرت قائد مل گیا تھا۔ جس نے فیصلہ کرلیا کہ برصغیر کے مسلمانوں کو ایک نصب العین دے کر ان کے فکروعمل کی قوتوں کو نکھارا جائے اور انہیں دو دشمنوں سے نجات دلاکر ایک مستحکم اور ناقابلِ شکست قلعہ میں محفوظ کردیا جائے۔

اس قلعہ کی تعمیر کے لیے اینٹیں درکار نہیں تھیں بلکہ گوشت پوست، ہڈیوں اور خون کی ضرورت تھی اور قوم کو اس عظیم قربانی کے لیے تیار کرنے کی غرض سے قائدِ قوم نے لاہور کا تاریخی شہر منتخب کرلیا تھا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس جو 24,23,22,21 مارچ 1940ء کو لاہور میں منعقد ہونے والا تھا۔ کون کہہ سکتا تھا کہ یہ برصغیر کے کروڑوں مسلمانوں کی قسمتیں بدل دے گا اور ساتھ ہی دنیا کا نقشہ تبدیل کرکے دکھادے گا۔ مگر خلاف توقع ایسا ہی ہوا۔

اجلاس کی کامیابی کے لیے کاوشیں

☆ پنجاب مسلم لیگ کے رہنماؤں نے اس تاریخی اجلاس کو کامیاب بنانے کے لیے شب و روز کاوشیں کیں اور اس کے لیے منٹو پارک کا وہ میدان منتخب کیا گیا جو قائداعظم کے انگریز سوانح نگار ہیکٹر بالیتھو کے بقول پہلوانوں کے دنگل کے لیے مخصوص تھا۔ ٹھیک ہے، برصغیر کے دس کروڑ مسلمان بھی تو ایک بہت بڑے اور تاریخ کے سب سے بڑے قومی دنگل میں اترنے والے تھے۔ ابتداء میں حکومت نے منٹو پارک کی خوبصورتی خراب ہونے کے پیشِ نظر جلسہ کی اجازت دینے سے انکار کردیا مگر بعد ازاں مسلم لیگی رہنماؤں کے دباؤ پر 5 ہزار روپے بطور ضمانت (برائے تلافی نقصان باغ) جمع کروانے کی شرط پر اجازت ملی۔ مگر بعض مسلم لیگی خیال کے افسروں کی کوششوں سے پانچ ہزار روپے داخل کرنے کی نوبت نہ آئی اور مسلم لیگ کا یہ تاریخی اجلاس اسی پارک میں منعقد کرنے کا فیصلہ ہوا۔

اس تاریخی اجلاس کو ہر ممکن کامیاب بنانے کے لیے پنجاب مسلم لیگ کے رہنماؤں نے جلسہ کے انتظام وانصرام کے لیے متعدد کمیٹیاں تشکیل دی گئیں جنھوں نے اپنی اپنی ذمہ داریوں کو اپنی طاقت اور بساط سے بڑھ کر ادا کیا۔

مسلم لیگ کے اس تاریخی جلسے کی تاریخیں جوں جوں قریب آتی جارہی تھیں، پنجاب مسلم لیگ خصوصاً لاہور کے مسلمانوں کے جوش وخروش میں شدت پیدا ہوتی جارہی تھی۔ مسلمانوں کے پاس جان تھی اور اسے قربان کے لیے ہمہ وقت تیار تھے لیکن اس وقت فوری ضروریات کے لیے جان سے زیادہ روپے کی ضرورت تھی اور اس دور میں مسلمانوں کا کمزور پہلو یہی تھا۔ اس عظیم الشان اجلاس کے لیے بطورِ اخراجات ہزارہا روپے کی ضرورت تھی۔ نواب امیر محمد خان کالا باغ، سر شاہنواز خان ممدوٹ، سر سکندر اور دیگر مسلمان عمائدین نے اس جلسہ کے انتظام و انصرام کے لیے مالی طور پر بہت زیادہ تعاون کیا۔ علاوہ ازیں مجلس استقبالیہ نے حصول زر کی ایک اور ترکیب نکالی اور مسلم لیگ کی رکنیت حاصل کرنے والوں کے لیے پچاس روپے فیس مقرر کر دی۔ ایک اندازے کے مطابق اس جلسے کے لیے بیس ہزار روپے کی رقم جمع ہوگئی۔ جس میں ٹکٹوں سے حاصل ہونے والی رقم بھی شامل تھی۔ جلسے کے انتظامات پر گیارہ ہزار روپے کے قریب رقم خرچ کی گئی۔ باقی رقم آل انڈیا مسلم لیگ کے خزانے میں جمع کروادی گئی۔

لاہور میں ایک المناک حادثہ

19 مارچ کو ٹبی بازار میں نوگزے پیر کی قبر کے پاس خاکساروں کے ایک دستے اور پولیس کے درمیان تصادم ہوگیا جس میں سرکاری اعلان کے مطابق 23 خاکسار شہید ہوگئے۔ ایک انگریز سپرنٹنڈنٹ پولیس ایک خاکسار کے بیلچے سے ہلاک اور ایک پولیس آفیسر زخمی ہوگیا۔ بعض حلقوں کی طرف سے تجویز آئی کہ مسلم لیگ کا اجلاس فی الحال ملتوی کیا جائے۔ قائداعظم نے اس حادثہ پر نہایت افسوس کا اظہار کیا لیکن مسلم لیگ کے اجلاس کے ملتوی کرنے کی سختی سے مخالفت کی اور فرمایا کہ اجلاس ان ہی تاریخوں میں ہوگا اور لاہور میں ہوگا۔ یہ قائداعظم کی مستقل مزاجی، اولوالعزمی اور نامساعد حالات میں بھی اپنے فیصلے پر قائم رہنے کی قابلِ رشک مثال ہے۔

اجلاس میں شرکت کے لیے قائداعظم کی لاہور آمد

20 مارچ 1940ء کو دہلی سے مسلم لیگ کے عمائدین قائداعظم کو لے کر لاہور کے لیے روانہ ہوئے۔ اگرچہ قائداعظم کی تشریف آوری سے دو روز قبل خاکساروں پر فائرنگ سے لاہور کی فضا سخت غمناک تھی مگر اس کے باوجود 21 مارچ 1940ء کی صبح کو لاہور ریلوے اسٹیشن پر ہجوم کا یہ حال تھا کہ دل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ نواب سر شاہنواز خان ممدوٹ کی قیادت میں پنجاب کے تمام قابل ذکر مسلم لیگی رہنما اپنے محبوب قائد کے استقبال کے لیے موجود تھے۔ ہر طرف سبز ہلالی پرچم لہرا رہے تھے اور پلیٹ فارم سے لے کر ریلوے اسٹیشن کے باہر دور دور تک انسانوں کا ایک جم غفیر تھا۔ جوں ہی مسلم لیگ کی سپیشل ٹرین پلیٹ فارم کے حدود میں داخل ہوئی، اسٹیشن کی عمارت نعرہ ہائے تکبیر سے اور قائداعظم زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھی۔

پروگرام کے مطابق قائداعظم کو جلوس کی صورت میں قیام گاہ تک لے جایا گیا۔ اسٹیشن سے قائداعظم ممدوٹ ولا تشریف لے گئے اور کچھ دیر آرام کرنے کے بعد سب سے پہلے میو ہسپتال جاکر زخمی خاکساروں کی عیادت کی۔ انہیں تسلی دی اور ان کے دل بڑھائے۔ قائداعظم کے اس مشفقانہ طرزعمل کا اہلیانِ لاہور اور خاص طور پر خاکساروں اور زخمی خاکساروں کے عزیز واقارب پر نہایت اچھا اثر ہوا۔

سالانہ اجلاس کا آغاز

☆ 21 مارچ 1940ء: عصر کی نماز کے بعد قائداعظم جلسہ گاہ میں تشریف لائے اور مسلم لیگ کا سبز ہلالی پرچم لہرا کر رسم پرچم کشائی ادا کی۔ 21 مارچ کی شام کو مسلم لیگ کونسل کا اجلاس ہوا۔ نواب زادہ لیاقت علی خان جنرل سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ نے رپورٹ پیش کی۔

☆ 22 مارچ 1940ء: جمعہ کے دن آل انڈیا مسلم لیگ کا عام اجلاس منعقد ہوا۔ مجلس استقبالیہ کے صدر نواب سر شاہنواز خان ممدوٹ نے استقبالیہ کلمات پیش کیے۔ خطبہ استقبالیہ کے بعد قائداعظم مائیک پر تشریف لائے اور انہوں نے کچھ دیر

اردو میں تقریر کی اور پھر انگریزی میں اپنا تاریخی خطاب شروع کیا۔ پہلے سے لکھی لکھائی تقریر نہ تھی بلکہ برجستہ تقریر تھی۔ جس میں انہوں نے گذشتہ دو سال کے سیاسی واقعات کا خلاصہ بیان کیا اور اس کے بعد انگریز، کانگرس اور دوسرے سیاسی عناصر کا تجزیہ کرتے ہوئے مسلم لیگ کی پالیسی کی وضاحت کی۔

☆ بعد ازاں 22 مارچ کو رات 8 بجے سبجیکٹس کمیٹی کا اجلاس ہوا، جس میں اگلے دن پیش کی جانے والی قرار داد کا متن نوابزادہ لیاقت علی خان نے پیش کیا۔ ممبران کمیٹی نے اس پر مزید غور و خوض کیا۔ یہ قرار داد انگریزی زبان میں تیار کی گئی تھی، ممبران کی رائے پر قائداعظم نے مولانا ظفر علی خان کو اس کا اردو ترجمہ کرنے کی ہدایت کی۔ جس پر مولانا ظفر علی خان نے اس کا اردو ترجمہ کیا۔

23 مارچ: قائداعظم کا خطبہ صدارت

23 مارچ 1940: بالآخر 23 مارچ 1940ء کا وہ تاریخی دن آ گیا، جب منٹو پارک لاہور کا میدان 1 لاکھ سے زائد نفوس سے آباد تھا۔ اس پروگرام میں قرار داد پاکستان پیش کرنے سے قبل قائداعظم نے اپنا تاریخی خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''ہندوستان کا مسئلہ اس وقت تک حل نہیں ہوسکتا جب تک اس حقیقت کا اعتراف نہ کرلیا جائے کہ یہ مسئلہ فرقہ واری نہیں بلکہ بین الاقوامی ہے۔ اس کے بغیر جو آئین تشکیل دیا جائے گا اس کا نتیجہ صرف تباہی ہوگا اور مسلمانوں کے علاوہ حکومت برطانیہ اور ہندوؤں کے لیے بھی نقصان رساں اور تباہ کن ہوگا۔ اگر برطانوی حکومت نیک نیتی سے ہندوستان کے باشندوں کی خوشحالی کے نقطہ نظر سے امن و امان کی خواہش مند ہے تو اس کے لیے ایک ہی راستہ ہے کہ اس ملک کو دو آزاد اور خود مختار ریاستوں میں تقسیم کردیا جائے اور ان دونوں بڑی قوموں کو ایک دوسرے سے جدا کردیا جائے۔ اس لیے کہ ہندو اور مسلمان دو مختلف تہذیبوں، فلسفوں، تہذیبی روایات اور ادبی افکار کے حامل اقوام ہیں۔ اگر ان دو مختلف اقوام کو جن میں سے ایک ہمیشہ اکثریت میں اور دوسری اقلیت میں ہوگی، ایک ہی حکومت کے ماتحت رہنے پر مجبور کردیا جائے تو اسکے باہمی جھگڑوں میں آئے دن اضافہ ہوتا رہے گا اور ایک دن ایسا آئے گا جس سے اس قسم کی حکومت کے تارو پود منتشر ہوجائیں گے۔

تاریخ میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں جیسے برطانیہ اور آئرلینڈ کی یونین یا چیکو سلاویہ اور پولینڈ کا مسئلہ۔ ہمیں تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض ایسے علاقے جو ہندوستان سے رقبہ میں کہیں چھوٹے ہیں، یہ ایک مستقل ملک کہلانے کے مستحق تھے لیکن اب اتنی ریاستوں میں بٹے ہوئے ہیں جتنی قومیں ان میں آباد ہیں۔ مثلاً: بلقان آٹھ آزاد ریاستوں میں بٹا ہوا ہے۔ اسی طرح اسپین اور پرتگال دو الگ الگ اور خود مختار ملک ہیں حالانکہ یہ دونوں ایک ہی جزیرہ نما میں واقعہ ہیں۔

ہندوستان میں ایک متحد قوم کا فلسفہ نہایت بودا ہے کیونکہ اس قسم کی کسی قوم کا سرے سے یہاں وجود ہی نہیں۔ اسی طرح ایک ملک کا نظریہ بھی غلط ہے کیونکہ گزشتہ بارہ سو سالوں میں ہندوستان کو ایک ملک کی حیثیت کبھی حاصل نہیں رہی بلکہ یہ ملک ہمیشہ مسلم ہندوستان اور ہندو ہندوستان میں بٹا رہا ہے۔ ہندوستان کی جو وحدت آج قائم ہے وہ بالکل مصنوعی ہے اور برطانوی حکومت کی سنگینوں کے سہارے قائم ہے۔ جیسے ہی برطانوی اقتدار ختم ہوجائے گا اس مصنوعی وحدت کا بھی خاتمہ ہوجائے گا اور پھر اس ملک میں ایسی تباہی آئے گی، جس کی نظیر گزشتہ ایک ہزار سال کی تاریخ میں بھی نہیں ملے گی۔

یہ پروپیگنڈہ عام ہے کہ برصغیر میں مسلمان اقلیت میں ہیں حالانکہ یہ خیال غلط ہے۔ نقشہ پر نظر ڈالنے سے آج بھی صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ برطانوی ہندوستان کے گیارہ صوبوں میں سے چار صوبے ایسے ہیں جن میں مسلمان غالب اکثریت میں ہیں اور یہ صوبے کانگرس کی حکم برداری سے آزاد ہیں۔

ایمانداری کا تقاضا ہے اور کروڑوں مسلمانوں کا مفاد بھی اسی میں ہے کہ اس مسئلے کا کوئی ایسا حل تلاش کیا جائے جو آبرو مندانہ ہو اور جس کے تحت سب کے ساتھ انصاف ہوسکے۔ میں یہ بات واضح کردینا چاہتا ہوں کہ ہم کسی کے رعب کی وجہ سے اپنے مؤقف سے نہیں ہٹیں گے۔ ہم اپنا نصب العین متعین

کرچکے ہیں اور ہم اس کے حصول کے لیے ہر قسم کی قربانی دیں گے۔ کوئی نصب العین حاصل کرنا آسان نہیں۔ آزادی حاصل کرنے کے لیے صرف دلائل کافی نہیں ہوتے۔ پس میں مسلمان دانشوروں سے اپیل کرتا ہوں کہ قربانی کا جذبہ لے کر میدان میں گامزن ہوجائیں، عوام تک پہنچیں، عام مسلمان بیدار ہیں، ان کو اقتصادی، سماجی، سیاسی اور تعلیمی اعتبار سے منظّم کرنے کی ضرورت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ایسا ہوگا تو مسلمان ایسی طاقت بن جائیں گے جن کا سب کو احترام کرنا پڑے گا۔''

قرار داد لاہور

قائداعظم کے خطبۂ صدارت کے بعد مولوی فضل الحق نے درج ذیل قرار داد پیش کی:

''جغرافیائی لحاظ سے متصل وحدتوں کی اس طرح حد بندی کی جائے اور ایسا تغیر و تبدل کیا جائے کہ ہندوستان کے شمال مغربی اور شمال مشرقی علاقوں میں جہاں مسلمان اکثریت سے ہیں، خودمختار ریاستیں قائم ہوجائیں اور ان میں ہر وحدت آزاد اور خودمختار ہو۔

ان وحدتوں میں آباد اقلیتی فرقوں کے مذہبی، ثقافتی، سیاسی، انتظامی اور دوسرے معاملات کے تحفظ کے لیے ان کے مشورے سے دستور میں تسلی بخش اور کافی انتظامات کیے جائیں۔ اس طرح ہندوستان کے جن خطوں میں مسلمان اقلیت میں ہیں، وہاں دستور میں ان کے اور دوسری اقلیتوں کے مشورے سے ایسے انتظامات کیے جائیں جس سے ان کے مذہبی، ثقافتی، معاشی اور سیاسی نیز دوسرے مفادات کا تحفظ ہوسکے۔''

☆ 23 مارچ 1940ء کے کھلے اجلاس میں شیر بنگال مولوی فضل الحق کے قرار داد پیش کرنے کے بعد چوہدری خلیق الزمان، مولانا ظفر علی خان، سردار اورنگ زیب خان اور سر عبداللہ ہارون نے اس قرار داد کی تائید میں تقریریں کیں۔ ان تقریروں میں عام طور پر اس آزاد اسلامی مملکت کے لیے کوئی نام استعمال نہیں کیا گیا، جس مقرر نے اس قرار داد کی تائید میں تقریر کی، اس نے اسے تقسیم ہند کی قرار داد ہی کہا۔ البتہ بیگم جوہر نے اپنی تقریر میں اسے پاکستان کا ریزولیوشن کہا اور وہ بھی اس وجہ سے کہ چوہدری رحمت علی کی کوشش اور سعی سے یہ لفظ مشہور ہوچکا تھا۔ پھر ہندوؤں نے طعن و طنز کے طور پر اس نام کو ایسا اچھالا کہ زبان زدِ عام ہوگیا۔

اس قرار داد کو نہایت جوش و خروش اور تالیوں کی گونج میں نعرہ تکبیر کی پر اثر صدا میں اتفاق رائے منظور کرلیا گیا۔ قائداعظم کے پرائیویٹ سیکرٹری جناب ایچ مطلوب سید کا بیان ہے کہ قرار داد کی منظوری کے بعد قائداعظم نے فرمایا:

''آج اقبال ہمارے درمیان موجود نہیں، اگر وہ زندہ ہوتے تو یہ دیکھ کر خوش ہوتے کہ ہم نے ان کی آرزو پوری کردی۔''

قراردادِ پاکستان کے بعد کانگرس کا ردعمل

پاکستان کی مستقبل کی سکیم کے بارے میں ہندو کانگرس اور اس کے تمام نیتا شب و روز اس پروپیگنڈے میں مصروف تھے کہ یہ ایک دیوانے کا خواب ہے اور ایک ناقابل عمل سکیم ہے۔ اس پروپیگنڈے کے جواب میں قائداعظم نے دوٹوک کہا کہ وہ کانگرس کے مطالبات یا اس کے سیاسی تقاضوں کے سامنے کبھی اپنا سر نہیں جھکائیں گے اور وہ ہندو راج کے قدموں کے نیچے غلامی کی زندگی کسی صورت میں بسر نہیں کریں گے۔ ہندوستان میں مسلمان اپنے لیے بہرصورت ایک خطہ زمین آزاد مسلم ریاست کے قیام کے لیے ضرور حاصل کریں گے۔

قرار داد لاہور کے پاس ہوجانے کے بعد اب ہر طرف سے اور خاص طور پر کانگرس کی طرف سے مطالبہ ہونے لگا کہ پاکستان کی وضاحت کیجئے، اس کی حد بندی کیجئے، اس کی تعریف کیجئے، بتائیے اس کے حدود اربعہ کیا ہوں گے؟ بیورلی نکلسن اپنی کتاب ''مشاہدہ ہند'' میں مسٹر جناح سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''میں نے مسٹر جناح سے کہا کہ معترضین کا سب سے بڑا اور اہم اعتراض آپ پر وارد ہوتا ہے کہ آپ نے اب تک پاکستان کی کوئی وضاحت اور تعریف نہیں کی، کیا آپ اس اعتراض کو موزوں اور مناسب نہیں سمجھتے؟

اس پر مسٹر جناح نے جواب دیتے ہوئے کہا:

’’یہ اعتراض نہ تو موزوں ہے اور نہ مناسب ہے۔ یہ نہ تو فہمِ سیاسی کا کوئی اچھا نمونہ ہے، بالخصوص اس وقت جب یہ اعتراض کوئی انگریز کررہا ہو۔ آئر لینڈ کی علیحدگی انگلستان سے عمل میں آئی تو تقسیم کا شرائط نامہ صرف دس سطروں پر مشتمل تھا۔ صرف دس سطریں ایک ایسے گنجلک اور الجھے ہوئے مسئلہ کے لیے جس نے صدیوں سے برطانوی سیاست کو تلخ اور ناگوار بنا رکھا تھا۔ اس کی جملہ تفصیلات مستقبل کے حوالے کردی گئی ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اکثر و بیشتر مستقبل ثالث ثابت ہوا کرتا ہے۔ اس کے برعکس میں نے تو دس سطروں سے زیادہ مواد پاکستان کی ہئیت ترکیبی اور اس کے اجزاء و عناصر ساری دنیا کے سامنے پیش کردیئے ہیں۔ آپ اسے بھی پیش نظر رکھئے کہ ہندوستان کی تاریخ میں یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ کوئی تفصیلی دستاویز قطعاً غیر ضروری اور بے نتیجہ ہے۔ گول میز کانفرنس میں جب برما کی ہندوستان سے علیحدگی کا مسئلہ طے ہوا تھا تو کیا کوئی دستاویز مرتب کی گئی تھی؟ ہے کوئی دستاویز جب سندھ کی بمبئی سے علیحدگی عمل میں آئی تھی؟ جواب قطعاً نفی میں ہے۔ ایسی دستاویز کی مطلق ضرورت نہیں۔ اصل سوال یہ ہے کہ پہلے علیحدگی کا اصول تسلیم کرلیا جائے، تفصیلات خود بخود طے ہوتی رہیں گی۔ بغیر اصول کو تسلیم کرائے ہوئے تفصیلات کا خاکہ بحث و گفتگو کے لیے پیش کرنا اختلاف و افتراق کا ایک نیا دروازہ کھول دے گا۔ تقسیم کا اصول مان لیجئے، پھر آیئے بیٹھیں اور تفصیلات طے کرلیں۔‘‘

خلاصۂ کلام

مسلمانوں اور مسلم لیگ کے دشمنوں کی خواہش تھی کہ وہ قرار داد پاکستان کے اجلاس کو مختلف بیانوں سے جذبات کی رو میں بہا کر لے جائیں گے لیکن قائداعظم محمد علی جناح نے ان تمام تخریبی اور جذباتی حربوں کا بڑے ٹھنڈے دل و دماغ اور قانون کی منطق کے سہارے مقابلہ کیا اور ان کے ہر وار کو ناکام بنادیا۔ مسلم لیگ کا اجلاس بسلسلہ قرار داد لاہور یا قرار داد پاکستان شاندار کامیابی سے ہمکنار ہوکر اپنے منطقی انجام کو پہنچا۔ اس اجلاس کی تمام کارروائیاں انتہائی سنجیدگی کے ماحول میں اپنے ارتقائی عمل کی جانب گامزن رہیں۔ جس میں جذبات خاص طور پر مسلمانوں کے جذبات کے اتار چڑھاؤ کا ایک عظیم امتحان تھا۔ مسلمان اس امتحان سے بخیر و خوبی گزر گئے اور آئندہ کے لیے ایک لائحہ عمل بھی مرتب کرنے میں کامیاب ہوگئے جس پر ان کے آئندہ آزاد اور خود مختار مستقبل کا دارومدار تھا۔

لاہور میں جب مسلمانوں کا خون کھول رہا تھا تو اس وقت قائداعظم جذبات سے بالاتر ہوکر مستقبل کی راہوں کے نشیب و فراز سے گزر رہے تھے۔ انہوں نے اپنی فراست اور قانونی منطق کے ذریعہ جذبات کے طوفانوں کا مقابلہ کیا۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ وہ لمحات برصغیر کی تاریخ میں انتہائی خطرناک لمحات تھے کیونکہ لاہور کی خاک پر تیس مسلمانوں کی لاشیں خون میں تڑپ اٹھی تھیں۔ یہ کوئی بچوں کا کھیل نہیں تھا کہ مسلمانوں کے جذبات کو قابو میں رکھا جائے۔ یہ قائد کی فہم و فراست کا ایک امتحان تھا۔ اگر ایسی صورت میں لاہور جیسے شہر میں امن و امان کی صورت پیدا ہوجاتی تو قرار داد لاہور کا اجلاس ضرور ملتوی کرنا پڑتا۔ قائداعظم نے فرمایا کہ ’’ایسے خطرناک لمحات کے لیے مجھے کسی دیو کے پاؤں اور فرشتے کی آواز کی ضرورت تھی جو کہ عوام کے جذبات کے ابلتے ہوئے سمندر کو قابو میں رکھ سکے۔‘‘ لہٰذا اس لمحہ واقعی قائداعظم نے فرشتوں کی زبان اور آواز میں مسلمانوں کے اس بلا خیز سیلاب کو مخاطب کیا۔ پھر قائداعظم کی حکمت کی وجہ سے اس سیلاب نے اپنی تمام جذباتی لہریں اس اہم وقت کے سمندر میں خاموش کردیں تاکہ مسلم قائدین مسلمانوں کے عظیم مستقبل کے لیے اپنی پوری صلاحیتوں وہ اہم فیصلہ کرسکیں جس فیصلے پر مسلمانوں کے آئندہ مستقبل کا دارو مدار تھا۔

(ماخوذ از: قیامِ پاکستان کا مقدمہ تاریخ کی عدالت میں)

''نظام المدارس پاکستان''

اِسلام کی فکری عمارت 'لَا تَفَرَّقُوْا' اور 'اُمَّةً وَّسَطًا' کی بنیاد پر اُستوار ہے

''نظام المدارس پاکستان'' کے سرپرست چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری ہیں

''نظام المدارس پاکستان'' کے صدر علامہ امداد اللہ قادری اور ناظم اعلیٰ علامہ میر آصف اکبر ہوں گے

نئے بورڈ تشکیل پانے سے 40 سالہ جمود ٹوٹ گیا، ناظم اعلیٰ MQI خرم نواز گنڈاپور

رپورٹ: علامہ عین الحق بغدادی

حکومتِ پاکستان نے منہاج القرآن انٹرنیشنل کو'' نظامُ المدارس پاکستان''کے نام سے بورڈ کا سٹیٹس دے دیا ہے۔ ''نظامُ المدارس پاکستان'' مدارسِ دینیہ کا واحد بورڈ ہے جو پاکستان سمیت بیرون ممالک میں بھی مدارس قائم کر سکے گا اور اُن مدارس کو جاری ہونے والی ڈگری حکومتی اداروں میں قابلِ قبول ہو گی۔ ناظمِ اعلیٰ تحریک منہاج القرآن خرم نواز گنڈاپور نے بورڈ کا درجہ ملنے کے بعد نیشنل پریس کلب اسلام آباد میں ''نظامُ المدارس پاکستان'' کے صدر علامہ مفتی امداد اللہ قادری اور ناظمِ اعلیٰ علامہ مفتی میر آصف اکبر کے ہمراہ قومی میڈیا کے نمائندوں سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ انتہا پسندی اور فرقہ واریت کا سب سے زیادہ نقصان پاکستان اور اس کے عوام کو پہنچا۔ انہوں نے اس موقع پر نئے بورڈ تشکیل دیئے جانے کے حکومتی فیصلے کو قابلِ تحسین قرار دیا۔

رہنماؤں نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسلام امن و سلامتی کا دین ہے جو انسانیت کو اعتدال، برداشت، رواداری اور عفو و درگزر کی تعلیم دیتا ہے۔ اگر یہ اسلامی اور انسانی اقدار پروان نہیں چڑھ رہی ہیں تو اس کا مطلب ہے ہمارے نظامِ تعلیم میں نقص ہے جسے نصابی اصلاحات کے ذریعے دور کرنے کی ضرورت ہے۔ انتہاپسندی، فرقہ واریت، عدمِ برداشت اور دہشت گردی کا نقصان ہمارے کسی دشمن کو نہیں پہنچا بلکہ ان عوارض کا سب سے زیادہ نقصان پاکستان کو پہنچا۔ وقت آگیا ہے کہ نصابِ تعلیم اور نظامِ تعلیم میں اصلاحات کے ذریعے انتہا پسندی اور دہشت گردی جیسی بیماریوں کو جڑ سے کاٹ دیا جائے۔

ہزاروں مدارس کے لاکھوں بچوں کو قومی تعلیمی اور ترقی کے دھارے سے الگ رکھنا بہت بڑی زیادتی ہے۔ مدارس کے بچوں کا یہ بنیادی حق ہے کہ وہ بھی قومی ترقی اور تعلیم کے مرکزی دھارے میں شامل کئے جائیں۔ مدارس کے طلبہ تعلیم مکمل کر کے فقط ائمہ مساجد بن کر حالات کے رحم و کرم پر زندگی گزارنے پر مجبور نہ ہوں۔ مدارس کا نظامِ تعلیم اور نصاب اس قابل بنانا ہوگا کہ یہاں سے پڑھنے والے بچے ہر سطح کے مقابلوں کے امتحانات میں بیٹھ سکیں اور اپنی خداداد صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کرسکیں۔ ہم چاہتے ہیں مدارس کے طلبا بہترین عربی بولیں اور اس کے ساتھ ساتھ انگریزی، ریاضی اور دیگر سائنسی علوم پر بھی دسترس حاصل کریں، تبھی جا کر سوسائٹی کے اندر ان کے لئے ایک کھلی سپیس پیدا ہو سکے گی۔

تحریک منہاج القرآن مدارس کے علمی مقام و مرتبہ اور وقار کا احیاء چاہتی ہے۔ جس طرح جامعہ الازہر مصر پوری دنیا کے طلبہ کی توجہ کا مرکز ہے، ہم چاہتے ہیں ہمارا نظامِ تعلیم اور نصاب بھی اس نہج پر توجہ کا حامل ہو۔ ان شاء اللہ نظامُ المدارس پاکستان کے پلیٹ فارم سے قومی تعلیمی مقاصد کا حصول یقینی بنائیں گے۔ مدارس اور ان کے طلبہ کا سیاسی سرگرمیوں سے کوئی

واسطہ نہیں ہونا چاہیے، حکومت کی طرف سے مدارس کی رجسٹریشن اور اکاؤنٹس کی دیکھ بھال کے فیصلے کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ دین کی خدمت کے جذبہ کے ساتھ مدارس کا نظام چلانے والوں کو چیک اینڈ بیلنس سے گھبرانا نہیں چاہیے۔

ناظمِ اعلیٰ منہاج القرآن خرم نواز گنڈاپور نے اس سے قبل وفاقی وزارت تعلیم کے ہیڈ کوارٹر میں بورڈ کے سٹیٹس کا نوٹیفکیشن دیئے جانے کی تقریب سے بھی خطاب کیا اور کہا کہ مدارسِ دینیہ کے نئے وفاق قائم کرنے کے اقدام کا خیر مقدم کرتے ہیں۔اس تاریخی فیصلہ سے 40 سالہ جمود ٹوٹا ہے۔ وہ جمود جو نصاب کی اصلاح میں رکاوٹ تھا۔ اسلام دینِ امن و سلامتی ہے۔ دینی مدارس زیرِ تعلیم بچوں کو کمپیوٹر اور جدید سائنسز کے مضامین پڑھائیں تاکہ مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ دین کی خدمت کے ساتھ ساتھ ایک پروفیشنل کی حیثیت سے باعزت روزگار کما سکیں اور ملک و ملت کے مفید شہری بن سکیں۔ الحمدللہ منہاج القرآن کے دینی و تعلیمی اداروں میں عربی، انگریزی اور جدید مضامین کی تعلیم اول روز سے لازم ہے۔ منہاج القرآن کے بانی و سرپرست شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے دینی اور دنیوی تعلیم کو ایک چھت کے نیچے جمع کیا اور یہ ایک کامیاب تجربہ اور ماڈل ہے۔ نئے وفاق بنانے سے دینی مدارس کے علمی وقار کو بہتر بنانے میں مدد ملے گی۔

خرم نواز گنڈاپور نے اپنے خطاب میں مزید کہا کہ مدارس کی رجسٹریشن، فنی و پیشہ ورانہ تعلیم کی فراہمی، مدارس کے لیے بنک اکاؤنٹ کھولنے کے طریقہ کار، عصری مضامین کی دینی مدارس کے نصاب میں شمولیت، غیر ملکی طلبہ کے لیے جامع ویزا پالیسی اور شکایات کے ازالہ کے لیے شکایت سیل کے قیام سے مدارس کو قومی دھارے میں لانے اور خدمتِ دین کے ان علمی مراکز کے وقار کو بحال کرنے میں مدد ملے گی۔ اس موقع پر وفاقی وزیر ہائر ایجوکیشن شفقت محمود، وفاقی وزیر مذہبی امور پیر ڈاکٹر نور الحق قادری اور ہائر ایجوکیشن کمیشن کے سینئر افسران موجود تھے، انہوں نے خرم نواز گنڈاپور کے خیالات کو سراہا۔

خرم نواز گنڈاپور نے ''نظامُ المدارس پاکستان'' کی مشن سٹیٹمنٹ کے متعلق آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ ''نظام المدارِس پاکستان'' عصرِ حاضر کے عظیم محقق، مفسّر، محدّث، ماہرِ تعلیم اور اِدارہ منہاج القرآن کے بانی و سرپرستِ اَعلیٰ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی علمی و فکری اورنظریاتی راہ نُمائی میں کام کرے گا۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہرالقادری نے اپنی تجدیدی و اِجتہادی بصیرت کو عملی جامہ پہنانے اور علومِ عصریہ وشرعیہ کو یکجا کرنے کے لئے 1986ء میں علوم و فنون کے ثقافتی مرکز لاہور میں ''جامعہ اِسلامیہ منہاج القرآن'' کی بنیاد رکھی، جسے یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن پاکستان نے مراسلہ نمبری 10-2/Acad/92 مجریہ بتاریخ 28 اپریل 1992ء کے تحت ایم۔اے عربی اور علومِ اِسلامیہ (MA Arabic and Islamic studies) کے مساوی الشہادۃ العالمیۃ فی العلوم العربیۃ والإسلامیۃ کی ڈگری جاری کرنے کا اِختیار دیا۔ بعد ازاں ہائر ایجوکیشن کمیشن اِسلام آباد نے مراسلہ نمبری 8-16/HEC/A&A/2003/415 مجریہ بتاریخ 8 اپریل 2003ء کے تحت اِس کی توثیق کرتے ہوئے اسے برقرار رکھا۔ جامعہ اِسلامیہ منہاج القرآن کی 35 سالہ بے مثال تعلیمی و تربیتی خدمات کے بعد ''نظامُ المدارِس پاکستان'' کی بنیاد رکھی گئی ہے، جس کے ساتھ اِلحاق کے بعد مدارِس و جامعات اپنے زیرِ تعلیم طلبہ و طالبات کو دینی وعصری علوم کی فراہمی کے ساتھ ساتھ اِتحاد و یک جہتی، اَمن و محبت، اِعتدال اور رواداری کی تعلیمات کو عام کرنے کے قابل بنا سکیں گے۔

انہوں نے ''نظامُ المدارس پاکستان'' کے انتظامی خدوخال کے حوالے سے مزید گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ''نظامُ المدارِس پاکستان'' اپنے تعلیمی، تدریسی اور اِنتظامی اُمور ایک اَعلیٰ اِختیاراتی بورڈ کے ذریعے انجام دے گا، جس کا نام ''مجلسِ اَعلیٰ (Board of Governors)'' ہوگا۔ ''نظامُ المدارِس پاکستان'' کے سرپرست ڈاکٹر حسن محی الدین قادری مجلسِ اَعلیٰ (Board of Governors) کے چیئرمین ہوں گے۔

نظامُ المدارس کے اہداف و مقاصد

قرآن وسنت کی تعلیمات؛ اِتحاد و یگانگت، باہمی اُخوت، تحمل و برداشت اور اِعتدال و میانہ روی کا درس دیتی اور ہرنوع کی فرقہ واریت اور فتنہ و فساد کی نفی کرتی ہیں۔ اِسلام کی نظریاتی، اَخلاقی اور فکری عمارت لَا تَفَرَّقُوْا' اور 'اُمَّةً وَّسَطًا' کی بنیاد پر اُستوار ہے۔ اِسلام کی اِسی جامع فکر اور اِنسانیت نواز نظریات کو فروغ دینے اور دینی اور عصری تعلیمی، اَخلاقی و روحانی اور تربیتی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ''نظامُ المدارِس پاکستان'' نے پاکستان اور بیرونِ ملک درج ذیل تعلیمی اور تربیتی اَہداف و مقاصد کا تعین کیا ہے:

1۔ بانی و سرپرستِ اَعلیٰ اِدارہ منہاج القرآن شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے تعلیمی اَفکار و نظریات کی روشنی میں دینی نظامِ تعلیم کی جدید خطوط پر اِصلاحات متعارف کرائی جائیں گی۔

2۔ ''نظامُ المدارِس پاکستان'' کا ہر عہدے دار اپنے حلقۂ اثر اور دائرہ اِختیار میں باہمی اُخوت و محبت، تحمل و برداشت اور اِحترامِ اِنسانیت کے جذبات کو خلوصِ نیت کے ساتھ فروغ دے گا۔ نیز خود کو اور اپنے تعلیمی اِدارہ کو غیر قانونی، غیر اَخلاقی اور سیاسی سرگرمیوں سے دور رکھے گا۔

3۔ ''نظامُ المدارِس پاکستان'' اور اِس سے منسلک اور ملحقہ مدارِس/ جامعات/ اِدارہ جات کے ماحول کو ہر قسم کی اِنتہا پسندانہ، متشدّدانہ، فرقہ وارانہ سوچ سے پاک رکھا جائے گا۔

4۔ طلبہ و طالبات کی ایسی اَخلاقی اور روحانی تربیت کا اِہتمام کیا جائے گا جس کے زیرِ اثر وہ تعمیرِ شخصیت، تقویٰ و طہارت، اِحترامِ اِنسانیت، حب الوطنی اور خدمتِ خلق کے جذبے سے سرشار ہوکر اِسلام کی حقیقی فکر کو فروغ دے سکیں گے۔

5۔ نوجوان نسل کی ایسی فکری اور نظریاتی تربیت کا اہتمام کیا جائے گا جس کے نتیجے میں وہ ہر نوع کی تنگ نظری، تعصب اور اِنتہا پسندی سے بالاتر اور مذہبی رواداری اور تحمل و برداشت کے اَوصاف سے متصف ہوکر عالمی سطح پر کتاب وسنت کی حقیقی تعلیمات کی ترویج و اِشاعت اور اِتحاد و یگانگت کے لیے اپنا مؤثر اور مفید کردار ادا کرنے کے قابل ہوسکیں گے۔

6۔ ''نظامُ المدارِس پاکستان'' کے تحت علم حاصل کرنے والے طلبہ و طالبات کو اِسلامی اور عصری علوم وفنون سے بہرہ ور کیا جائے گا تاکہ وہ جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہو کر معاشرے میں باعزت، مؤثر اور مثبت کردار ادا کرسکیں اور آئندہ نسلوں کو صحیح دینی راہ نُمائی فراہم کرسکیں۔

7۔ طلبہ و طالبات کیلئے پیشہ ورانہ فنی تربیت (vocational training) کے حصول کے مواقع مہیا کیے جائیں گے تاکہ وہ عملی زندگی میں باوقار طریقے سے اپنے قدموں پر کھڑے ہوسکیں اور معاشرے کی تعمیر و ترقی میں اپنا کردار ادا کرسکیں۔

8۔ طلبہ و طالبات کو کمپیوٹر سائنس کی بنیادی تعلیم دی جائے گی تاکہ وہ دین کی اِشاعت وتبلیغ میں جدید ٹیکنالوجی کا بھرپور استعمال کرسکیں۔

9۔ ہر مدرسہ/ جامعہ/ اِدارہ عمرانی علوم (Social Sciences)، عملی انگریزی (Functional English)، جنرل سائنس اور ریاضی کے مضامین ترجیحاً پڑھائے گا تاکہ وہ جدید اَذہان تک اِسلامی تعلیمات مؤثر طریقے سے پہنچاسکیں۔

10۔ ہر مدرسہ/ جامعہ/ اِدارہ اَمن و اِعتدال اور بین المذاہب رواداری کو فروغ دینے والی تعلیمات پر مشتمل مضامین ترجیحاً پڑھائے گا تاکہ اِن اِداروں کے اسکالرز پُراَمن سوچ، معتدل فکر کے حامل اور بین المذاہب رواداری کے پیامبر بن سکیں۔

11۔ ہر مدرسہ/ جامعہ/ اِدارہ طلبہ و طالبات کے لیے عربی زبان میں بول چال میں مہارت کے لیے اِقدامات کرے گا تاکہ عالمی سطح پر اپنے مافی الضمیر کو بیان کرسکیں۔

12۔ ''نظامُ المدارِس پاکستان'' کے زیرِ اِنتظام ضلعی سطح پر ماڈل مدارِس کا قیام عمل میں لایا جائے گا تاکہ دیگر مدارس کے لیے رول ماڈل کا کردار ادا کرسکیں۔

❁❁❁❁❁

انا للہ وانا الیہ راجعون

گذشتہ ماہ محترم علامہ محمد صفدر مجید قادری (برطانیہ) کی والدہ محترمہ (منڈی بہاؤالدین)، محترم مراد علی دانش (لیکچرار کالج آف شریعہ) کی بیٹی، محترم عمر حیات اورا (سابق کلرک شریعہ کالج)، محترم عابد بشیر قادری (ناظم منہاجینز) کے تایا زاد بھائی محترم محمد نسیم رندھاوا، محترم نور محمد بابا (اٹک) کی والدہ محترمہ، محترم محمد شعیب بزمی (سابقہ ڈپٹی ایڈیٹر مجلّہ) کے چچا جان، محترم ڈاکٹر محمد مشتاق قادری (گوجوانوالہ) کے والد محترم محمد بوٹا، محترم علامہ محمد مقصود ایوب قادری (واہ کینٹ راولپنڈی) کی اہلیہ، محترم علامہ عبدالغفور چشتی (سلانوالی۔ سرگودھا) کے والد محترم حکیم عزیزالرحمٰن، محترم علامہ محمد وقاص یونس (ڈائریکٹر منہاج القرآن اسلامک سنٹر اٹلی) کی والدہ محترمہ (کالا گوجراں۔ جہلم)، محترم ڈاکٹر ظفر اقبال مصطفوی اور محترم حکیم آصف اقبال (خانیوال) کے والد محترم بابا بشیر احمد انقلابی، محترم کاشف فاروق وڑائچ (آرگنائزر PAT تحصیل مریدکے) کے چچا جان، محترم محمد بلال منیر لائف ممبر (مرید کے) کی دادی جان، محترم سردار حاجی محمد جمعہ خان (صدر PAT بھکر) کی والدہ محترمہ، محترم چودھری علی اکبر (ناظم مالیات بھکر) کی والدہ محترمہ، محترم ماسٹر شیخ خلیل احمد (بھکر) کے بھائی محترم ماسٹر شیخ ہارون احمد، محترم ملک عبدالحمید چھینہ (بھکر) کے چچا محترم ملازم حسین چھینہ، محترم محسن سنپال (گجرات) کی بیٹی، محترم عمران شوکت کے والد محترم، محترم محمد اکرم بھٹی (جہلم) کے والد محترم، محترم ثاقب علی چدھڑ (کوٹ بیلہ) کے دادا جان، محترم ملک پرویز (قلعہ مراد بخش) کی ہمشیرہ، محترم ماسٹر شفیق احمد (گمٹالہ شکرگڑھ)، محترم مختار احمد لودھرا (منڈی بہاؤالدین) کے ماموں جان، محترم رانا عمر شکور (چیچہ وطنی) کی نانی جان، محترم عمیر اسلم (رائیل مارکی چیچہ وطنی) کے تایا جان، محترم علیم جٹ (چیچہ وطنی) کی دادی جان، محترم چوہدری تصدق حسین (دیپالپور) کی ہمشیرہ، محترم سید سہیل احمد شاہ (گوجرہ) کے والد محترم، محترم سید جاوید حسین شاہ (گوجرہ) کے چچا جان، محترم ڈاکٹر شفقت سعید (گوجرہ) کا بھتیجا، محترم طارق محمود سرویا (گوجرہ)، محترم محمد سعید ٹیلر (گوجرہ) کے بھائی اور ہمشیرہ، محترم عبدالرزاق (گوجرہ) کا بھتیجا، محترم پروفیسر حاجی محمد لطیف (گوجرہ) کے بہنوئی، محترم رائے اصغر علی (خرم چوریڑہ)، محترم محمد اسلم بسرا (ڈسکہ) کے والد محترم، محترم چوہدری مہندی خان چدھڑ (لودھرے) کی ہمشیرہ، محترم محمد لطیف (دیپالپور) کے والد محترم، محترم ریاض احمد چھنی (جاکمی کالیکی منڈی) کی والدہ، محترم حاجی غلام حسین (شیخوپورہ) کی اہلیہ محترمہ، محترم امجد علی قادری (خانقاہ ڈوگراں) کے چچا جان، محترم حافظ عبدالحمید (پی پی 35 سیالکوٹ) کے والد محترم، محترم میاں امجد حسین (جڑانوالہ) کے تایا زاد بھائی، محترم رانا غلام صابر حسین (ہیرا جڑانوالہ) محترم علامہ محمد اقبال عاصی (جھنگ)، محترم محمد سرفراز مصطفوی (اکڑیانوالہ جھنگ)، محترم چوہدری قیصر محمود ایڈوکیٹ (منڈی بہاؤالدین)، محترم مہر ندیم رمانہ سیال (احمد پور سیال) کی دادی جان، محترم مہر ربنواز ڈپلانہ سیال (شورکوٹ) کے والد محترم، محترم حاجی کرامت علی قادری (معراکیے شریف) کی ہمشیرہ، محترم علامہ محمد الیاس قادری (شیخوپورہ) کی والدہ، محترم شیخ ظہیر عباس فوجی (فاروق آباد) کی والدہ، محترم عابد منظور (فیروز والہ) کی والدہ، محترم محمد جاوید اکرامی (فیصل آباد) کی ہمشیرہ، محترم ظہور احمد سیالوی (سمندری) کی نانی جان، محترم سجاد بٹ (سمبڑیال) کے والد محترم، محترم بابا محمد اکبر ملنگ (پی پی 35 سیالکوٹ)، محترم محمد شفیق بٹ منہا جین (مانانوالہ) کے والد محترم، محترم اشرف تارڑ (صفدر آباد) کے بھائی، محترم محمد شہباز قادری (پی پی 60 گوجرنوالہ)، محترم وحید احمد (ماڑی خورد نوشہرہ ورکاں) کے والد محترم، محترم محمد شاہد (سیالکوٹ) کی ساس، محترم علامہ اعجاز احمد سندھو (کامونکی) کے چچا جان، محترم میاں محمد سلیم (کامونکی) کے بھائی اور بہنوئی، محترم محمد سلیم قادری (کامونکی) کی پھوپھو جان، محترم سید محمود الحسن کی پھوپھو جان، محترم امانت علی (پی پی 177) کی والدہ ماجدہ، محترم نوید لطیف (پی پی 109) کے والد محترم، محترم صفدر علی (گوجرانوالہ) کی اہلیہ محترمہ، محترم محبوب حسین قادری (پی پی 114) کی اہلیہ محترمہ، محترم عمر سعید قادری (فیصل آباد) کی والدہ، محترم غلام نبی قادری (پی پی 114) کی اہلیہ محترمہ، محترم سجاد قادری (محترم پی پی 68) کے والد، محترم محمد ریاض (پی پی 68) کے بھائی، محترم ناصر محمود ملک (پی پی 110) کی والدہ محترمہ، محترم میاں ظفر علی (پی پی 114) کی والدہ محترمہ، محترم سعید احمد گجر (شکرگڑھ) کی والدہ محترمہ، محترم اختر علی مغل (پنڈی بھٹیاں) کی والدہ محترمہ، محترم غلام رسول مرحوم (پی پی 110) کی اہلیہ، محترم چوہدری محمد اشرف (شورکوٹ) کے والد محترم، محترم حافظ غلام مصطفٰی ملک (پی پی 110) کی والدہ محترمہ، محترم ڈاکٹر محمد اعظم (پی پی 110)، محترم محمد نوید (اسیران انقلاب سانحہ ماڈل ٹاؤن) کے والد محترم، محترم سید سہیل حسن شاہ (اسلام آباد) قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرکزی سیکرٹریٹ اور گوشہ درود میں موجود احباب نے جملہ مرحومین کی مغفرت و بخشش کے لئے خصوصی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ کے زیراہتمام سوشل میڈیا سمٹ

Monthly
MINHAJ-UL-QURAN
MAR-2021
LAHORE
Regd CPL No.41

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

کی اسلام کے علمی و عملی، اخلاقی و روحانی، تعلیمی و سائنسی
فقہی و قانونی، انقلابی و فکری اور عصری
موضوعات پر 600
سے زائد کتب